مجلّہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قُرآنی نظامِ ربُوبیّت کا پیامبر

ماہنامہ

طلوعِ اسلام

لاہور

قیمت فی پرچہ	خط و کتابت	بدل اشتراک
-/15 روپے	ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) ۲۵-بی گلبرگ ۲ لاہور۔ ۵۴۶۶۰	سالانہ
	ٹیلی فون: 5714546-5753666	پاکستان -/170 روپے
	idara@toluislam.com	غیر ممالک -/800 روپے

Bank Account Number 3082-7 National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore.

جلد 53 — دسمبر 2000ء — شمارہ نمبر 12

ایڈیٹر

محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

محترمہ شمیم انور

سرکولیشن منیجر ---------- مرزا مرد بیگ

کمپوزر ---------- شعیب حسین

انتظامیہ

چیئرمین ---------- ایاز حسین انصاری

ناظم ---------- اقبال ادریس

ناشر ---------- عطاء الرحمان ارائیں

قانونی مشیر

- عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ
- ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ
- محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

پرنٹرز: آفتاب عالم پریس، ہسپتال روڈ لاہور-فون: 7232584

فہرست

لمعات	ادارہ	3
روزے کا مقصد	غلام احمد پرویز	7
خطبہ استقبالیہ	ایاز حسین انصاری	10
خطبہ افتتاحیہ	ایاز حسین انصاری	15
اسلام یا مذاہب فقہ؟	پروفیسر فتح محمد ملک	22
قرآن اور فرقہ واریت	محمد اقبال چاولہ	31
قرآن اور فرقہ واریت	صفدر حسن صدیقی	35
قرآن اور فرقہ واریت	عزیز اللہ بوہیو	39
قرآن اور فرقہ واریت	عبید الرحمٰن ارائیں	45
روداد 45واں سالانہ قرآنی کنونشن	محمد سلیم اختر	51

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

تاریخ یا قرآن؟

ہمارے نصاب تعلیم میں سب سے اہم حصہ اسلامی تاریخ کا ہے۔ اس سلسلہ میں' طالب علموں کو بتانا چاہئے کہ مسلمانوں کی تاریخ اور اسلام کی تاریخ میں کیا فرق ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اسلام کی تاریخ کا الگ تصور ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ کو اسلام کی تاریخ سمجھ لیتے ہیں اور اس سے بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جہاں تک ہمارے قرن اول (عہد نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کبارؓ) کی تاریخ کا تعلق ہے اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے ہماری کتب سیرت اور تاریخ میں ایسی ایسی روایات راہ پا گئی ہیں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ (معاذ اللہ) بری طرح داغدار ہو جاتی ہے اور صحابہ کبارؓ کی زندگی کا عجیب سا نقشہ سامنے آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری تاریخ کا وہ حصہ جس میں اس قسم کے واقعات درج ہیں' وضعی اور ناقابل اعتبار ہے۔ لیکن ہماری مذہبی پیشوائیت کا اس باب میں مسلک عجیب ہے۔ یہ لوگ روایت پرستی کے چنگل میں اس درجہ جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ اسے تو گوارا کر لیں گے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی یا صحابہؓ کی سیرت داغدار ہو جائے لیکن اسے برداشت نہیں کریں گے کہ ان کتب سیر و تاریخ کے مؤلفین کے متعلق یہ کہہ دیا جائے کہ انہوں نے غلطی سے اس قسم کی وضعی روایات کو اپنے ہاں درج کر دیا۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی تاریخ کے اس حصے پر قرآن کریم کی روشنی میں نظر ثانی کریں اور اس میں سے اس قسم کے تمام قابل اعتراض حصوں کو خارج کر کے' سیرۃ رسول ﷺ اور صحابہؓ کو منزہ اور پاکیزہ صورت میں طلباء کے سامنے پیش کریں۔

رواۃ پرستی کے سلسلہ میں دوسری چیز اسلاف پرستی کی سامنے آتی ہے۔ ہماری مذہبی پیشوائیت کا مسلک یہ ہے کہ اسلاف کے ہاں' کوئی بات خواہ قرآن کریم کے صریحی خلاف یا علم و عقل اور واقعات و مشاہدات کے یکسر نقیض ہو آپ اس پر حرف گیری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسلاف غلطی سے مبرا تھے اور ان کا زمانہ' علم و عقل اور فکر و بصیرت کے اعتبار سے ہمارے زمانے' اور ہر آنے والے زمانے سے کہیں آگے تھا۔ اس اسلاف پرستی کا نتیجہ یہ ہے کہ جو غلطی کسی وقت ہو گئی وہ آنے

والوں کے لئے سند قرار پا گئی اور اب آپ کا علم لاکھ کچھ کہے اور دنیا کے انکشافات و تحقیقات کا فیصلہ کچھ ہی ہو' آپ اس غلطی کے خلاف لب کشائی نہیں کر سکتے۔ اس سے مسلمانوں پر علمی ترقی کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں اور امت ندرت فکر و عمل سے یکسر محروم ہو گئی۔ اب اندھی تقلید ان کا شیوہ اور جمود و تعطل ان کا شعار قرار پا گیا۔ ضرورت ہے کہ ہمارے طالب علموں کو اس قسم کی تعلیم دی جائے جس سے ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ ہمارے اسلاف بھی ہماری طرح کے انسان تھے۔ اور زمانہ من حیث الکل علم و فضل کے اعتبار سے آگے بڑھتا جا رہا ہے کسی انسان کا کوئی قول نہ غلطی سے منزہ ہو سکتا ہے نہ تنقید کی حد سے بالا۔ اس لئے ہمیں اپنی عقل و فکر سے کام لینا چاہئے۔ کسی انسان کا کوئی قول کبھی دوسرے انسان کے لئے سند اور حجت نہیں ہو سکتا۔ غلطی سے مبرئ اور سند و حجت صرف اللہ کی کتاب ہے۔

قرآن کریم میں صحابہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار کے متعلق ایسے واضح الفاظ میں تصریحات آئی ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ سورۂ انفال میں ہے۔

والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ و رزق کریم ○ (8:74)-

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں پناہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہ سب پکے اور سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔

اس کے بعد ہے :

والذین امنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاؤلک منکم ...... (8:75)-

اور جو لوگ ان کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ وہ بھی تم میں سے ہی ہیں۔

سورۂ توبہ میں ہے :

و السبقون الاولون من المھاجرین و الانصار و الذین اتبعوا ھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ و اعدلھم جنت تجری تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم (9:100)-

اور مہاجرین اور انصار میں سے جنہوں نے سبقت کی' اور جنہوں نے حسن کارانہ انداز سے ان کا اتباع کیا۔ ان سب سے خدا راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔ ان کے لئے خدا نے (جنت کے) باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی فیروز مندی ہے۔

سورۂ حدید میں کہا گیا ہے کہ جن مومنین نے فتح (مکہ) سے پہلے دین کی خاطر قربانیاں دیں' ان کے درجات عظیم ہیں بمقابلہ ان کے جو فتح کے بعد ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ یہ ان کے مدارج کا باہمی تقابل ہے لیکن **کلا وعد اللہ الحسنیٰ**- (57:10)- خدا نے ان سب سے اچھے وعدے کر رکھے ہیں۔ سورۂ فتح میں۔۔۔ **محمد رسول اللہ والذین معہ** (48:29)--- کہہ کر جن وجد انگیز الفاظ میں ان حضرات کی تعریف کی گئی ہے وہ ہر قرآن پڑھنے والے کے سامنے ہے۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ رفقاء (والذین معہ') تھے جن کے متعلق خدا نے کہا تھا کہ

[illegible] یدک بنصره و بالمومنین- (8:62)-
[illegible] ہے جس نے (اے رسولؐ!) اپنی نصرت سے' اور جماعت مومنین کے ذریعے' تیری تقویت کا سامان بہم پہنچایا۔
اور اسی لئے۔۔۔۔

یایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین- (8:64)-
اے نبی! تیرے لئے خدا' اور تیرے پیروکار مومنین کی جماعت کافی ہے۔

یہ تھی وہ متاع گراں بہا جس کی اہمیت بیان کرنے کے لئے کہا گیا تھا کہ۔۔۔ **ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون وجهه**'(6:52)- یہ لوگ جو صبح' شام' مسلسل' اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس میں ان کے ذاتی مفاد یا نفسانی خواہشات کا کوئی دخل نہیں ہوتا یہ خالصتہ" لوجہ اللہ ایسا کرتے ہیں' دیکھنا! انہیں اپنے سے دور نہ کر دینا۔ اگر ایسا کرو گے تو یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔

اس مقام پر صرف چند ایک آیات قرآنی کو درج کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے مومنین کی جن خصوصیات اور صفات حسنہ کا تذکرہ کیا ہے' ان کے اولین حامل اسی جماعت کے افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ایمان لائے تھے اور جنہیں قرآن نے خیر امة (بہترین جماعت) کہہ کر پکارا ہے۔ (اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہو گی۔) اسلامی تعلیم اور تربیت نبویؐ کی صداقت کا زندہ ثبوت انہی حضرات کی جماعت تھی۔ انہی پر خدا اور اس کے فرشتے' درود بھیجا کرتے تھے۔ (33:43)-

قرآن کریم کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ جو لوگ۔۔۔۔
(1) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایمان لے آئے۔
(2) انہوں نے ہجرت کی۔
(3) مہاجرین کو پناہ دی۔
(4) جہاد کیا۔۔۔ خواہ اس کے اصطلاحی معنوں میں شریک جنگ ہوئے یا عام مفہوم میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قیام و استحکام دین کے لئے جدوجہد کی۔

یہ سب کے سب۔۔۔۔
(ا) سچے اور پکے مومن تھے۔
(ب) خدا ان سے راضی ہو گیا تھا۔
(ج) ان کے لئے جنت کا وعدہ تھا۔
(د) یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے باعث تقویت تھے۔
(ہ) ان کی رفاقت' حضور ﷺ کے لئے (خدا کی مدد کے ساتھ) کافی تھی۔
(و) خدا اور اس کے فرشتے ان پر صلوٰۃ و سلام کے پھول نچھاور کرتے تھے۔

اب ظاہر ہے کہ جو حضرات بھی اس زمرہ میں شامل تھے' ان کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرنا جو مومنین کی خصوصیات کے خلاف ہو' قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔۔۔۔ وہ ابوبکر و عمر ہوں یا عثمان و علی۔ وہ معاویہ ہوں یا ابوذر غفاری۔ وہ عمرو بن عاص ہوں یا سعد بن وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔۔۔۔ وہ کوئی بھی ہو۔۔۔۔ جو اس زمرہ میں شامل ہے' وہ قرآن کی شہادت کے مطابق مومن حقا ہے۔ انہی کو صحابہ رسولؐ اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ سب کے سب پکے اور سچے مومن تھے۔ ان حضرات کے متعلق تاریخ میں جو باتیں ایسی ہیں جو مومنین کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ انہیں ہم صحیح تسلیم کریں گے۔ اس لئے کہ وہ باتیں قرآن کی شہادت کے مطابق ہیں۔ جو اس کے خلاف ہیں' انہیں ہم مسترد قرار دیں گے۔ خواہ غیر مسلم یہی کیوں نہ کہیں کہ یہ روش غیر تاریخی ہے۔ ہم ان سے یہی کہیں گے کہ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے جو انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے بہرحال بلند ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(غلام احمد پرویز)

روزے کا مقصد

(محترم پرویز صاحب کی تقریر جو 19 فروری 1961ء کو لاہور ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوئی۔)

قرآن کریم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جہاں کسی بات کا حکم دیتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اس حکم کی غرض و غایت کیا ہے۔ اس سے مقصود کیا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔ روزے کے متعلق اس نے کہا کہ **یایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔** اے جماعت مومنین! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں' روزہ فرض کیا گیا تھا' اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے۔ یہ ہے روزے کا حکم۔ اس کے بعد ہے **لعلکم تتقون** (2:183)- روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ یہ ہے روزے کا مقصد۔

تقویٰ کا لفظ قرآن کریم کی ایک جامع اصطلاح ہے جس کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ لیکن اگر اسے دور حاضر کی زبان میں سمجھنا چاہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد ہے بلند ترین کیریکٹر۔ لہٰذا قرآن کریم نے کہا یہ ہے کہ تمہارے لئے روزے اس لئے ضروری قرار دیئے گئے ہیں کہ تم میں کیریکٹر پیدا ہو۔

سوال یہ ہے کہ کیریکٹر کسے کہتے ہیں۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ ایک شخص کو سخت بھوک لگی ہے۔ اس کے سامنے نہایت عمدہ کھانا رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ لپک کر لقمہ اٹھاتا ہے۔ اسے منہ کے قریب لاتا ہے تو کوئی شخص اس کے کان میں کہتا ہے کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ اس لقمہ کو منہ میں ڈالے گا یا کھانے کی پلیٹ اٹھا کر باہر پھینک دے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ اس کھانے کو کبھی نہیں کھائے گا۔ لیکن اس کے لئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے اس کھانے سے پرہیز کر کے کیریکٹر کا ثبوت دیا ہے۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہی کہیں گے کہ اس نے سمجھ سے کام لیا ہے۔ ایسے کھانے کو کوئی صاحب عقل و ہوش ہاتھ نہیں لگائے گا۔

اب اسی مثال سے یوں سمجھئے کہ جب وہ شخص لقمہ منہ میں ڈالنے لگتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ کھانا ناجائز کمائی کا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اس وقت بھی اس کا ردعمل وہی ہو گا جو پہلے ہوا تھا؟ اگر وہ اب بھی اس کھانے سے اسی طرح انکار کر دیتا ہے' جس طرح اس نے زہر آلود کھانے سے انکار کر دیا تھا تو اسے کیریکٹر کہیں گے۔ یعنی جائز اور ناجائز میں تمیز کرنا' کیریکٹر کا پہلا زینہ ہے۔ جائز اور ناجائز میں تمیز کرنا صرف انسان کا خاصہ ہے۔ حیوان نہ اس قسم کی تمیز کر سکتا ہے' نہ ہی اسے اس کا کچھ احساس ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ جائز اور ناجائز میں تمیز کرنا انسانیت کا تقاضا ہے۔

جہاں تک آدمی کی جسمانی زندگی کا تعلق ہے' اس میں اور دوسرے حیوانات میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کے لئے ایک جیسے طبیعی قوانین (Physical Laws) مقرر ہیں۔ جن کے مطابق وہ زندہ رہتے اور بالاخر مر جاتے ہیں۔ یہ قوانین

علم و عقل اور تجربات و مشاہدات کی رو سے دریافت کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کی انسانی زندگی طبیعی قوانین کے تابع نہیں۔ اس کے لئے اور قسم کے قوانین ہیں۔ یہ قوانین خدا کی طرف سے' وحی کے ذریعے ملتے ہیں۔ یہی وہ قوانین ہیں جن کی رو سے جائز اور ناجائز میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ ان قوانین کو صحیح اور سچا سمجھنے کو ایمان کہتے ہیں۔

اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔ جو مثال پہلے بیان کی جا چکی ہے اس میں جب اس شخص نے زہر آلود کھانے سے انکار کر دیا تھا تو اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ بات بالکل واضح ہے۔ ایک طرف اس کی بھوک کا تقاضا تھا کہ کھانا کھا لیا جائے۔ دوسری طرف اس کی جان کی سلامتی کا تقاضا تھا کہ اسے نہ کھایا جائے۔ چونکہ اس کے نزدیک' بھوک کے مقابلہ میں جان زیادہ قیمتی تھی اس لئے اس نے زیادہ قیمتی چیز کو بچانے کے لئے اس سے کم قیمت کی چیز کو قربان کر دیا۔

جب اس سے کہا گیا کہ وہ کھانا ناجائز کمائی کا ہے تو اس وقت بھی اس کے سامنے دو تقاضے تھے۔ ایک اس کے جسم کا تقاضا کہ بھوک مٹانے کے لئے کھانا کھا لیا جائے اور دوسرا اس کی انسانیت یا ایمان کا تقاضا کہ جائز اور ناجائز میں تمیز کی جائے۔ اگر اس کے نزدیک' جسم کے تقاضے کے مقابلے میں' ایمان کا تقاضا زیادہ قیمتی ہے تو وہ اس کھانے سے پرہیز کرے گا۔ لیکن اگر وہ جسم کے تقاضے کو ایمان کے تقاضے پر ترجیح دیتا ہے تو وہ اس کھانے سے ہاتھ نہیں روکے گا۔ لہٰذا' کیریکٹر کے معنی یہ ہوئے کہ جب جسم کے کسی تقاضے اور ایمان کے تقاضے میں ٹکراؤ ہو جائے۔ ان میں (Tie) پڑ جائے' تو جو شخص ایمان کے تقاضے کو جسم کے تقاضے پر ترجیح دیتا ہے وہ بلند کیریکٹر کا ثبوت دیتا ہے۔

روزہ انسان میں اس قسم کا کیریکٹر پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ روزہ رکھنے والا اپنے اوپر پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ دن بھر کھانے پینے کی ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے گا جو عام حالات میں اس کے لئے بالکل حلال اور طیب ہوتی ہیں۔ دن بھر اس کے جسم کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور پانی پیئے لیکن وہ جسم کے اس تقاضے پر ایمان کے تقاضے کو ترجیح دیتا ہے اور ان چیزوں کے قریب تک بھی نہیں جاتا۔ اس طرح روزہ انسان کو اس کا خوگر بنا دیتا ہے کہ وہ جسم کے تقاضوں پر ایمان کے تقاضوں کو ترجیح دے۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ آپ کسی ایسے گول چکر کے قریب کھڑے ہو جایئے جہاں بہت سی سڑکیں ملتی ہوں اور دور سے آتے ہوئے ایک سائیکل سوار کو دیکھئے۔ اگر اس چکر پر ٹریفک کا سپاہی کھڑا ہے تو سائیکل سوار' قانون کی پابندی کرتے ہوئے نہایت شریفانہ انداز سے بائیں طرف جائے گا۔ لیکن اگر وہاں سپاہی نہ ہو اور دائیں طرف کا راستہ ذرا قریب ہو تو وہ جھٹ سے دائیں طرف مڑ جائے گا اور تیزی سے سائیکل چلاتا ہوا فاتحانہ انداز سے آگے بڑھ جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عام طور پر قانون کی پابندی اس وقت کرتے ہیں جب ہمیں ڈر ہو کہ ہم قانون شکنی سے پکڑے جائیں گے۔

اس کے برعکس آپ ذرا اس منظر کو سامنے لایئے کہ سخت گرمی کا موسم ہے۔ دوپہر کے وقت ایک روزہ دار' ایک کمرہ میں تنہا بیٹھا ہے۔ پیاس کی شدت سے وہ بیتاب ہو رہا ہے۔ سامنے ٹھنڈے پانی کی صراحی رکھی ہے۔ لیکن وہ ایک گھونٹ پانی نہیں پیتا' حالانکہ اس وقت اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ اسے کیریکٹر کہتے ہیں۔ روزہ ہمیں سکھاتا ہے کہ جو شخص اپنے ایمان کے تقاضے کے ماتحت' حلال اور طیب چیزوں سے پرہیز کرتا ہے وہ حرام اور ناجائز چیزوں کو کس طرح ہاتھ لگا سکتا ہے' خواہ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں روزے کے احکام ختم

...س کے فوری بعد کہا گیا ہے کہ

...کلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتا کلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (2:188)-

اور دیکھو! ایسا نہ کرو کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے کھاؤ اور نہ ایسا کرو کہ مال و دولت کو حکام تک پہنچاؤ ...۔ وہ اس بات کا ذریعہ بن جائے کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق حاصل کر لو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ تمہارا نہیں ہے۔

لہٰذا' روزے سے مقصود یہ ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں جائز اور ناجائز کی تمیز کرے۔ جائز کو اختیار کرے اور ناجائز سے پرہیز کرے۔ خواہ اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسلم قوم نے شب قدر دیکھنی ہے تو قرآن حکیم کے سورج کو دنیا پر طلوع کرے (دانشمند)

طلبائے قرآن کے لئے خوشخبری

(نایاب) آسان قرآن مجید (نیوز)

مع مختصر تفسیر القرآن بالقرآن (محدود تعداد میں)

از۔ تلمیذ سرسید۔ جناب علی احمد خان دانشمند جالندھری (علیگ)

رمضان المبارک میں -/100 روپے میں حاصل کریں۔ (علاوہ ڈاک خرچ و پیکنگ)

مکتبہ اخوت' الکریم مارکیٹ' سیکنڈ فلور' اردو بازار' لاہور

قرآں کے اثر کو روک دینے کے لئے
ہم لوگوں پہ راویوں کا لشکر ٹوٹا (اکبر الٰہ آبادی)

علامہ اسلم جیراج پوری کی خوبصورت اور فکر انگیز کتاب

ہمارے دینی علوم (علم تفسیر' تفسیر بالروایت' علم حدیث' علم فقہ)

قیمت ۷۵ روپے

ملنے کا پتہ ☆ مکتبہ اخوت' الکریم مارکیٹ' سیکنڈ فلور' اردو بازار' لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ایاز حسین انصاری)

خطبہ استقبالیہ

(اجلاس بزمہائے طلوع اسلام منعقدہ 4 نومبر 2000ء)

جناب صدر گرامی قدر و محترم نمائندگان بزم ہائے طلوع اسلام السلام علیکم ورحمتہ اللہ

تحریک طلوع اسلام کے سالانہ سہ روزہ قرآنی کنونشن کے پہلے اجلاس میں آمد پر ملک بھر سے آئے ہوئے شمع قرآنی کے پروانوں کو خوش آمدید! قابل صد تحسین و تبریک ہیں آپ لوگ جو ملک کے دور افتادہ گوشوں سے، کٹھن سفر طے کر کے، سال بھر کے بعد اس لئے اکٹھا ہوئے ہیں کہ مل بیٹھ کر قرآن کے پیغام کی ترسیل کی رفتار کا جائزہ لیں۔ احتساب خویش سے اپنی گذشتہ کارکردگی کو جانچیں، کوتاہیوں کی نشاندہی کریں اور پھر غلطیوں کے ازالہ کی تدبیر کریں۔ اس مقصد کے لئے آج کے اجلاس کا موضوع "تحریک طلوع اسلام۔ ماضی، حال اور مستقبل" متعین ہوا ہے۔ افتتاحی کلمات کے طور پر چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

ماضی میں پچھلی صدی کے آغاز میں انگریزوں سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے، ہمارے برصغیر میں مسلمانوں کی طرف سے کئی تحریکیں اٹھیں اور ختم ہو گئیں۔ ان میں سے بعض شورش برپا کرنے کے لئے اٹھیں اور بعض کسی ہنگامی مقصد حاصل کرنے کے لئے اٹھائی گئیں۔ بعض نے کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کی لیکن ان کے ساتھ پلاننگ نہیں تھی۔ جذبات ہی جذبات تھے۔ نہ کوئی نصب العین تھا نہ متعین منزل۔ لہٰذا ان تحریکوں کی بنیادیں خالص جذبات پر رکھی گئی تھیں جن میں فکر و تدبر کا دخل نہیں تھا۔ خالی جذبات پر ابھری ہوئی تحریکیں درد کی طرح اٹھتی ہیں اور آنسوؤں کی طرح بیٹھ جایا کرتی ہیں۔ ان میں کسی تحریک [illegible] بھی مسلسل تحریک کی شکل اختیار نہ کی۔ ان تحریکوں [illegible] سے ایک تحریک ٹھوس بنیادوں پر اٹھی تھی وہ تھی تحریک پاکستان۔ یہ تحریک بھی فکری تحریک نہ تھی یہ ایک سیا[سی] تحریک تھی جس نے نہایت حسن و تدبر سے جنگ لڑی [اور] جیتی۔ طلوع اسلام اپنی نوعیت کی پہلی تحریک ہے اور [اس] قسم کی تحریک صدیوں سے کسی بھی مسلم ممالک میں نہ[یں] اٹھی۔

علامہ اقبالؒ کو قدرت نے قرآنی بصیرت سے نوازا [تھا] انہوں نے حالات کا قرآنی روشنی میں مطالعہ کیا اور امت [کے] مرض کا علاج دریافت کیا اور بتایا کہ اس کا علاج صرف [یہ] ہے کہ اس نظام کا احیاء کیا جائے جو قرآن کی رو سے ص[در] اول میں قائم ہوا تھا اور جس کے درخشندہ نتائج دیکھ کر ا[س] دنیا اس کی آغوش میں آگئی تھی۔ اس نے مزید کہا کہ اسلام مسلمانوں کے مختلف ممالک میں رائج چلا آرہا ہے، دین نہیں جو صدر اول میں قائم ہوا تھا یہ وہ مذہب ہے [جو] اس کے بعد دور ملوکیت میں وضع ہوا۔

طلوع اسلام کا اجراء، ایک ماہنامہ کی شکل میں 38[19] میں ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت اس کا مقصد تح[ریک] پاکستان کی تائید تھا۔ لیکن یہ تائید ایک سیاسی مقصد کے [لئے] نہیں تھی۔ اس کا موقف علامہ اقبالؒ کے پیش کردہ قرآنی [فکر] کی ہمنوائی میں یہ تھا کہ اسلام کا احیاء اسی صورت میں [ہو] سکتا ہے کہ جو اسلام ایک دین کی شکل میں قائم ہو، جس

اقتدار و اصول کی حکمرانی ہو۔ یہ اس وقت ممکن ہو سکتا تھا جب مسلمانوں کی آزاد حکومت ہو۔ پاکستان کا خطہ ارض یا مملکت کا حصول' اس کے نزدیک مقصود بالذات نہیں تھا۔ یہ ایک بلند مقصد کا ذریعہ تھا جو طلوع اسلام کے پیش نظر تھا۔ اس وقت کے طلوع اسلام کے فائلوں کو دیکھا جائے تو وہ اس کی شہادت دیتی ہیں۔ اس حقیقت کے ساتھ ساتھ اس نے دو قومی نظریہ اور مطالبہ پاکستان کی تائید میں قرآنی دلائل پیش کئے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں مسلسل جاگزیں کرتا گیا کہ اسلام سے مقصود کیا ہے' وہ کس قسم کا نظام حیات اور ضابطہ زندگی پیش کرتا ہے اور یہ نظام کس طرح دیگر نظامہائے حیات سے منفرد اور بے مثال ہے اور وہ کیوں کسی اور ضابطہ سے نہ مفاہمت کر سکتا ہے اور نہ اس نظام میں کوئی پیوند لگایا جا سکتا ہے۔ اس سیاسی بحران کے زمانے میں صرف ان تصورات کو اصولی طور پیش کیا گیا کیونکہ اس وقت تفصیل میں جانے کی فرصت نہیں تھی۔

حصول پاکستان کے بعد طلوع اسلام نے بتایا کہ اس نظام کے خط و خال کیا ہیں اور موجودہ حالات میں اس کے قیام کی عملی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اور آج تک اسی راستے پر برابر آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس نے ہر سیاسی مسلک کا قرآن کریم کی روشنی میں جائزہ لیا ہے لیکن اپنی سیاسی پارٹی نہیں بنائی۔ مروجہ اسلام کے ہر گوشے کو' قرآن کی روشنی میں پرکھا۔ طلوع اسلام پارٹی بازی اور فرقہ سازی کو نص صریح کی رو سے شرک سمجھتا ہے۔ اس نے کوئی نیا فرقہ نہیں بنایا۔ اس کے نزدیک اپنی آئیڈیالوجی کی بنا پر مسلم قوم غیر مسلموں کے مقابلہ میں ایک منفرد امت ہے جس کے اندر پارٹی یا فرقہ دین کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے نہ کوئی ہنگامہ آرائی کی تعلیم دی اور نہ ہی کوئی شورش برپا کی۔

طلوع اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ پھر سے اسی طرح قرآنی خطوط پر متشکل کر دیا جائے۔ قرآنی معاشرہ میں مذہبی پیشوائیت کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ صدر اول کے عہد میں مولوی کا کہیں نام تک دکھائی نہیں دیتا۔ اس نظام میں نہ ارباب شریعت کی خدائی مسندیں باقی رہتی ہیں نہ ہادیان طریقت کی الوہیاتی عظمتیں۔ اہل اقتدار جب سنتے ہیں کہ اس نظام میں حکمرانی صرف خدا کے قوانین کی ہو گی تو اس حالت میں مخالفت کا ہجوم چاروں طرف سے سیلاب بلا کی طرح امنڈ آیا کرتا ہے۔ جب پرویزؒ نے پہلے پہل قرآن کی طرف دعوت دی ہے تو "ان کی آواز' ذہنی جمود و تعطل کی برفانی سلوں سے ٹکرا کر یکسر ناکام و نامراد واپس آجاتی تھی" انہوں نے جو کچھ کیا تنہا کیا۔ نہ ان کے پاس سامان و ذرائع تھے نہ کوئی جماعت پیچھے تھی نہ فنڈ' صرف مخالفتوں کے ہجوم میں گھری ہوئی ایک آواز اور اظہار کا ذریعہ ایک ماہوار مجلّہ۔

طلوع اسلام قرآنی تعلیم کو علم و بصیرت کی رو سے سمجھتا اور عقل و فکر کی رو سے پیش کرتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ نوع انسان کی مشکلات کا حل خدا کی اس آخری اور مکمل کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔ ہر اس نظریہ' عقیدہ' تصور اور مسلک کی تائید کرتا ہے جو قرآن کے مطابق ہو۔ اس کی مخالفت و موافقت کا معیار' خدا کی زندہ و پائندہ کتاب ہے۔ اس کے نزدیک روایات' تاریخ' تفسیر یا فقہی قوانین میں سے بھی وہی صحیح سمجھے جا سکتے ہیں جو قرآن کے خلاف نہ ہوں اور جو بات ایسی ہے جو قرآن کے خلاف جاتی ہے یا جس سے حضور اکرمؐ پر کسی قسم کا طعن پایا جاتا ہے تو وہ بات اس کے نزدیک وضعی ہے اور حضورؐ کی طرف غلط منسوب ہے۔ جو روایات نہ قرآن کے خلاف ہیں اور نہ ہی ان سے حضورؐ کی سیرت مقدسہ پر کوئی حرف آتا ہے' انہیں وہ صحیح مانتا ہے۔ نہ منکر شان رسالت ہے اور نہ منکر حدیث ہے' یہ الزام تراشی ہے اور سب مخالفین کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔

پرویزؒ صاحب نے قرآنی دعوت کو پیش کیا' اور جیسا کہ

ہوتا چلا آرہا ہے' مفاد پرست گروہ ہجوم کر کے اس دعوت کی مخالفت کے لئے امنڈ آئے۔ انہیں خطرہ ہے کہ اگر یہ نظام پاکستان میں قائم ہو گیا تو عوام جو ایک کچلی ہوئی انسانیت ہے۔ جو روز مرہ مسائل گرانی' بے روزگاری' کرپشن اور استحصال سے پریشان ہے' جوق در جوق اس نظام کی طرف آجائے گی اور ان کو دنیا میں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ولقد كرمنا بنى آدم (سورہ بنی اسرائیل' آیت 70)-

"پیدائش کے اعتبار سے ہم نے انسانوں کو واجب تکریم پیدا کیا"۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محکوم نہیں اور نہ ہی کوئی فرد دوسرے فرد کا محتاج ہے۔ تکریم و شرف انسانیت کا تقاضا ہے کہ کسی انسان کو حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے انسان کو اپنا محکوم یا تابع بنائے۔ جہاں تک مدارج کا تعلق ہے' ان کا مدار ذاتی جوہر' سیرت' کردار اور فرائض شناسی و حسن کارکردگی پر ہے۔ نتیجتاً غلامی کا بھی خاتمہ کر دیا اور ملوکیت کو بھی جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ قرآن مجید نے سرمایہ داری کا بھی خاتمہ کر دیا اور کہا ارض و سموات اللہ کی ملکیت ہیں۔ قرآنی نظام میں محنت ہر ایک کو کرنی ہو گی **ليس للانسان الا ماسعىٰ** (سورہ النجم' آیت 39)- یعنی معاوضہ محنت کا ہو گا سرمایہ کا نہیں۔ کسی کے پاس فاضلہ دولت بھی نہیں رہے گی۔ نتیجتاً استحصال بھی ختم ہو جائے گا۔ اس نظام کے احیاء کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو کوئی خطہ زمین مل جائے جس میں پہلے سے کوئی نظام نہ ہو اور وہاں قرآنی نظام کا آغاز کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے علامہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور پیش کیا اور اس کی وضاحت اپنے 1930ء کے خطبہ میں کر دی۔

تحریک طلوع اسلام کا مقصد قرآنی نظام کی تشکیل ہے۔ وہ نظام جسے محمدؐ والذین معہ ؓ نے قائم کیا تھا اور جس سے اقوام عالم کی امامت ہمارے حصہ میں آگئی تھی۔ جس نے اس وقت ہمیں سرفرازیاں عطا کی تھیں۔ آج بھی وہ نظام ہمارے پاس خدا کی زندہ و پائندہ کتاب میں محفوظ ہے۔ لیکن قرآن کو اپنے خود ساختہ معتقدات کی رسیوں سے اس قدر جکڑ دیا گیا ہے کہ ہم آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل نہیں رہے۔ اگر ہماری روش یہی رہی تو ایک دن رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کریں گے کہ یہ ہے وہ میری قوم جس نے قرآن مجید کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ **وقال الرسول يرب ان قومى اتخذوا هذا القران مهجورا** (25:30)-

ابتدا میں یہ فکر' انفرادی طور پھیل رہی تھی لیکن جب اس کے متفقین کا حلقہ وسیع ہو گیا تو تجویز یہ کیا کہ اپنے اپنے مقامی حالات کے مطابق اس فکر کو تنظیمی حیثیت سے آگے بڑھایا جائے۔ اس تنظیمی ہیئت کا نام "بزم طلوع اسلام" ہے۔ ان بزموں کا مشن' طلوع اسلام کی طرف سے پیش کردہ قرآنی فکر کو عام کرنا ہے۔ ہم نہایت پرامن اور آئینی طریق سے قرآنی فکر کو عام کرتے جا رہے ہیں۔ فکر کی اشاعت کے لئے جس قدر سامان و ذرائع کی ضرورت ہے ہمارے پاس ان کی بے حد کمی ہے۔ خدا کی کائناتی قوتیں ہمارا ساتھ دے رہی ہیں اور قرآن کی آواز تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہ کمی مخالفین کے بے پناہ پروپیگنڈہ نے پوری کر دی ہے۔ اور یہ آواز پاکستان کی چار دیواری تک محدود نہیں بلکہ یورپ' امریکہ' ہندوستان اور افریقہ تک بھی پہنچ چکی ہے۔ امریکہ میں بھی دو بزمیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس وقت کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جو اس قرآنی فکر سے متاثر نہ ہو۔ یہ آواز اب دب نہیں سکتی۔ مخالفین تک کی یہ حالت ہے کہ وہ اب طلوع اسلام کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ تقریر و تحریر میں اس کے الفاظ و اصطلاحات بلا تکلف استعمال ہو رہے ہیں۔

برادران عزیز طلوع اسلام نے قرآن کی آواز بڑھانے کے لئے جو حسن کارانہ سعی کی ہے وہ کافی نہیں اگر ہم نے

نے قرآن کی روشنی میں کوتاہی کی تو ہم خدا کی عدالت میں مجرم قرار پائیں گے۔ ہماری کوششوں کے ساتھ نہ صرف طلوع اسلام کا مستقبل وابستہ ہے بلکہ پوری انسانیت کا مستقبل وابستہ ہے۔ آج ہمارے کل کی تشکیل کرتا ہے۔ جو کچھ انسان بنا ہوا ہے اس کے مطابق اس کا مستقبل مرتب ہوتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں۔ معاملہ قرآن کو سمجھ لینے پر ختم نہیں ہوتا بلکہ سیرت کو قرآن کے سانچوں میں ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے۔ اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے' قرآن مجید' صرف ذہنی انقلاب کو کافی نہیں سمجھتا۔ وہ اس کے ساتھ قلبی تبدیلی کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ خالی جذبات کی ولولہ انگیزی کچھ کام نہیں آتی بلکہ تخریبی نتائج پیدا کر دیتی ہے۔ بیتابی تمنا ہنگامہ آرائی پر اکساتی ہے۔ قرآنی نظام ربوبیت کے لئے اٹھنے والی جماعت کے ترقی کے ماپنے کے پیمانے دوسری جماعتوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ عام جماعتوں کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ انہوں نے کتنے ممبر بھرتی کئے' کس قدر روپیہ فراہم کیا' کتنے جلوس نکلے' مخالفین کو دبانے کے لئے کون سے حربے استعمال کئے' وغیرہ وغیرہ۔ لیکن قرآنی نظام کی داعی جماعت کو دیکھنا یہ ہو گا کہ انہوں نے اپنے اندر کس قدر تبدیلی پیدا کی ہے اور ان کی سیرت و کردار کہاں تک قرآنی قالب میں ڈھل چکا ہے اگر ہمارے اندر اس قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تو پھر ہم نے دوسرے معیاروں کے مطابق کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو۔ قرآن کی میزان مین اس کا کوئی وزن نہیں اور اگر ہمارے اندر یہ انقلاب پیدا ہو چکا ہے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ داخلی تبدیلی پیدا ہوتی ہے ایمان سے۔ مستقل قرآنی اقدار کے مطابق زندگی بسر کرنا ایمان کہلاتا ہے۔ یہی Character ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ام حسبتم ان تدخلو الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء و الضراء و زلزلو حتی یقول الرسول والذین امنو معه متی نصر الله الا ان نصر الله قریب (2:214)۔

تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اس نظام کو آسانی سے قائم کر لو گے اور مفت میں جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ایسا نہیں ہو گا۔ تمہیں بھی ان جاں گداز مراحل سے گزرنا ہو گا جن سے وہ لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے اس انقلاب آفرینی کی کوشش کی۔ صعوبات اور مشکلات کا ہجوم انہیں چاروں طرف گھیر لیتا ہے۔ ان کی شدت سے ان کے دل دہل جاتے یہاں تک کہ وہ اور ان کا قائد (رسول) پکار اٹھتے کہ بار الہا! ہماری کوششوں کے بار آور ہونے کا وقت کب آئے گا! ایسے ایسے ہمت شکن اور روح فرسا مراحل کے بعد کہیں جا کر ان کی کوششیں کامیاب ہوتیں اور نصرت خداوندی ان کی سعی و عمل کو بار آور کرتی۔ تمہیں بھی انہی مراحل سے گزرنا ہو گا۔

اسلام میں جماعتی زندگی اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ مشن کی کامیابی کے لئے خدائی قوت اور جماعت مومنین کی رفاقت بڑی ضروری ہے۔ اس کی اہمیت کو قرآن مجید نے بار بار دھرایا ہے۔ ایک جگہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ "خدا وہ ہے جس نے اے رسول! اپنی نصرت اور جماعت مومنین کو تیری تائید و تقویت کا موجب بنایا" (8:62)۔ ذرا آگے چل کر کہا "اے رسول خدا اور یہ جماعت مومنین جو تیرا اتباع کرتی ہے' تیرے لئے کافی ہے (8:64)۔ یہاں بھی یہ نہیں کہا کہ اس مشن کی کامیابی کے لئے رسول کے لئے صرف خدا کافی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا "اور اللہ و رسول۔ یعنی اپنے نظام کی پوری پوری اطاعت کرو۔ یہ نہ ہو کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگ جاؤ اور انفرادی مفاد کی خاطر باہمی ٹکراؤ شروع کر دو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے حوصلے پست ہو جائیں گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس لئے تم ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ یاد رکھو! قوانین خداوندی کی تائید و نصرت انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو ثابت قدم رہتے

ہیں (8:46)-

تم ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور بانہوں میں بانہیں ڈال کر حوادث زمانہ کا مقابلہ کرو۔ ہر قدم پر قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اے جماعت مومنین! تم یہی روش اختیار کرنا تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو (3:199)- قرآن کریم کی رو سے کامیابی کا معیار افراد کی کثرت و قلت پر نہیں۔ تعداد کی کمی سیرت و کردار کی قوت اور جوہر ذاتی سے پوری ہوتی ہے۔ ایمان اور عمل صالحہ اور حسن کارانہ زندگی بسر کرنے کا لازمی نتیجہ' استخلاف اور تمکن فی الارض ہے (24:55)- خدا کا نظام کسی خاص قوم یا جماعت کا محتاج نہیں کہ وہ اسی کے ہاتھوں قائم ہو گا۔ کسی اور کے ہاتھوں قائم نہیں ہو سکے گا۔ وہ اپنی مہربانی سے ہر قوم کو نشوونما حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اسی طرح اس نے تمہیں بھی مواقع بہم پہنچائے ہیں۔ اگر تم اس کے قانون کے مطابق ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے اور اپنے اندر زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا نہیں کرو گے' تو وہ تمہیں زندہ قوموں کی صف سے نکال دے گا اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے لیگی۔ (سورہ الانعام' آیت 134)- دین تمام نظامہائے حیات پر غالب آئے گا خواہ مخالفین کو یہ بات ناگوار کیوں نہ گذرے۔ لیکن اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ سعادت ہمیں حاصل ہو جائے تو ہمیں مسلسل جدوجہد کرنی پڑے گی۔ جب تک کسی قوم میں نفسیاتی تبدیلی نہیں ہوتی اس کی حالت نہیں بدل سکتی (13:11)-

آیئے ہم اس اجتماع میں اپنا محاسبہ کریں اور جائزہ لیں کہ قرآن کریم کی رو سے' ہماری کیفیت کیا ہے؟ ہم کس منزل پر کھڑے ہیں۔ آیا قرآنی تعلیم ہمارے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی ہے؟ کیا ہم نے فکر اور جذبات کو قرآن کے تابع ہم آہنگ کر لیا ہے؟ ہماری جدوجہد میں سرگرمی ہے؟ اس میں جمود یا تعطل تو نہیں آیا؟ کیا ہم ارتقائی منازل آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا پیچھے رہنا چاہتے ہیں؟ ہم میں زندہ رہنے کی صلاحیت باقی ہے؟ ہمارے عزم میں پختگی اور ہمتوں میں بلندی آئی ہے؟ طلوع اسلام کا مستقبل صرف ہماری سعی و عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔

حالات کیسے بھی دل شکن اور یاس انگیز کیوں نہ ہوں' ہمارے ناامید ہونے کی کوئی بات نہیں۔ قرآن نے کہا ہے کہ "جو لوگ ہمارے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھے ہیں' ان سے کہہ دو کہ ان کے لئے مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ان کے جو حالات ہمارے قوانین کے خلاف چلنے سے بگڑ گئے ہیں' وہ ہمارے قانون کے مطابق چلنے سے پھر سنور سکتے ہیں۔ یہ قانون ایسا ہے کہ اس کے اتباع سے سابقہ لغزشوں کے پیدا شدہ نقصانات کی تلافی بھی ہو جاتی اور مزید نشوونما کا سامان بھی مل جاتا ہے۔ اس سے تخریبی عناصر سے حفاظت اور تعمیر خویش کے مواقع دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس میں دیر مت کرو۔ اس لئے کہ جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو گیا اور ظہور نتائج کا وقت آگیا تو پھر تمہیں اس تباہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ وہ آنے والی تباہی دفعتاً" تمہارے سامنے نمودار ہو جائے' درآنحالیکہ تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو' اس ضابطہ خداوندی کا اتباع کرو۔ اس طرح کہ جو معاملہ سامنے آئے' یہ دیکھو کہ اس پر' اس کے کون سے حکم کا ٹھیک ٹھیک اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرو (سورہ الزمر 39' آیت 55'53)-

میں آپ احباب کو اس اجتماع میں شرکت کے لئے ہدیہ سپاس گذاری پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کے ارادوں میں برکت' دلوں میں اخلاص' بازوؤں میں ہمت اور پاؤں میں استقامت عطا فرمائے اور تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے' آپ صراط المستقیم پر آگے بڑھتے چلے جائیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

والسلام علیکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(... السارن)

خطبہ افتتاحیہ

(بسلسلہ سیمینار بعنوان "قرآن اور فرقہ واریت" منعقدہ 5 نومبر 2000ء)

... عزیزان گرامی

... ورحمتہ اللہ

... سے پہلے میں چیئرمین ادارہ طلوع اسلام کی حیثیت
... شرکاء' سامعین کرام اور مقررین گرامی کو خوش
... ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سیمینار کا
... اور فرقہ واریت" ہے۔ اس موضوع کو اس
... گیا کہ آج ہر متجسس نوجوان اور ہر محب پاکستان
... ذہن کو جو سوال وقف اضطراب کئے ہوئے ہے
... کہ امت مسلمہ جو کہ صدہا فرقوں اور گروہوں میں
... ہے امت واحدہ کے قالب میں کیسے ڈھل سکتی ہے؟
... طبقہ سے دریافت کرنا چاہتی ہے کہ کیا یہ مسئلہ
... جس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے اور ایسی تدابیر
... کرنے کی ضرورت ہے جس سے مسلمانوں میں تفرقہ
... اخوت' محبت اور اتحاد کی فضا پیدا ہو۔ یہ موضوع
... بھی اہم ہے کہ پاکستان میں قرآنی معاشرہ کا قیام' جو
... کی وجہ جواز تھی اور ہے اس وقت تک ممکن نہیں
... مسلمانوں میں فرقہ بندی ناپید نہیں ہو جاتی۔
... طلوع اسلام نے اہل علم طبقہ کو دعوت دی ہے کہ
... کریم کی روشنی میں فرقہ واریت کے ناسور کا علاج
... کیونکہ یہ ایک سرچشمہ نور و ہدایت ہے جس
... کا حل اور ہر مرض کا علاج موجود ہے۔
... آج کے موضوع سے متعلق قرآن
کریم کی روشنی میں اپنی معروضات پیش کرتا ہوں تاکہ سلسلہ کلام آغاز ہو سکے۔

قرآن مجید نے کہا:

وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا (10:19)- اور تمام نوع انسان ایک امت (برادری) تھی۔

انہوں نے باہمی اختلاف شروع کر دیئے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہو گیا تو خدا نے اپنی طرف سے حضرات انبیاء کرامؑ کو بھیجنا شروع کیا جو انہیں (باہمی اتحاد و یگانگت کی زندگی کے (خوشگوار نتائج کی) خوشخبری دیتے تھے۔ اور ان کے ساتھ اللہ نے ضابطہ قوانین بھیجا تاکہ وہ لوگوں کے اختلافی امور کا فیصلہ کریں۔

کان الناس امة واحدة فبعث الله النبین مبشرین و منذ رین وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه.... (2:213)- تمام انبیاء کرامؑ کا پیغام ایک ہی تھا۔ یعنی وحدت انسانیت (42:13)- اسی طرح نبی اکرمؐ نے ایک امت متشکل فرمائی جس میں کوئی باہمی اختلاف نہ تھا۔ ان کا نصب العین ایک تھا۔ منزل ایک تھی۔ راستہ ایک تھا۔ مومنین کو کہا کہ "اے جماعت مومنین تم اسی ضابطہ قوانین (قرآن) کو جسے تمہارے نشوونما دینے والے نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' اور اس کے علاوہ کسی کارساز و رفیق کار کا اتباع مت کرو (7:3)-

قرآن مجید نے ایک اور مقام پر کہا:

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی و رحمۃ لقوم یومنون (16:64)۔ "
اور ہم نے تیری طرف یہ ضابطہ ہدایت (قرآن) بھیجا ہی اس لئے ہے کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں' انہیں نمایاں کر کے دکھا دے تاکہ باہمی اختلافات مٹنے کے بعد نوع انسانی امت واحد بن سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس ضابطہ سے وہی لوگ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں' اور یہ انہی کو نشوونما کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے جو اس کی صداقت پر یقین رکھیں۔

قرآن نے تمام مسلمانوں سے کہا ہے کہ ہم نے تمہیں ایک امت بنایا۔ قرآن نے مسلمانوں کو امت واحدہ بنا دینے کے بعد واضح الفاظ میں تنبیہہ کر دی کہ دیکھنا اس وحدت و یگانگت کے بعد ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے (خدائے واحد پر ایمان لانے کے بعد) پھر آپس میں تفرقہ پیدا کر لیا وہ لگے اختلاف کرنے اور اس کے بعد انہیں بتایا گیا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اس سے کسی اور کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تم خود تباہ ہو جاؤ گے۔ تم پر سخت تباہی آجائے گی۔ لوگوں میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لانے کے مدعی بھی ہوتے ہیں اور ساتھ مشرک بھی ہوتے ہیں۔

وما یومن اکثرھم باللہ الا و ھم مشرکون (12:106)۔

اس معیار کی رو سے جو لوگ کتاب اللہ قرآن مجید کی اطاعت کریں گے وہ امت مسلمہ کے افراد کہلائیں گے۔ اگر کسی نے اس کی جگہ کسی اور ضابطہ قوانین کی اطاعت اختیار کی یا اس کے ساتھ دیگر قوانین ملائے تو وہ اس امت سے الگ ہو جائے گا۔ (الگ ہو جانے کو تفرقہ یا فرقہ بندی کہتے ہیں۔ فارق کے معنی چھوڑ دینا۔ علیحدہ ہونا ہے۔ (65:2)

قرآن نے تشکیل امت کے اس بنیادی اصول کو چار لفظوں میں بیان کر دیا

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ..... (3:102)۔

تم سب خدا کے اس ضابطہ حیات کو مضبوطی سے تھامے
(اس سے تمہاری وحدت قائم رہے گی) اور دیکھنا آپس
تفرقہ نہ پیدا کر لینا۔

اس آیت میں "**حبل اللہ**" واحد ہے۔ جس کا م
یہ ہے کہ دین ایک غیر منقسم وحدت ہے جس کے ٹ
ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ "**واعتصمو**" جمع کا صیغہ ہے ج
مطلب ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی مسلک پر کاربند
گے۔ "**جمیعا**" لفظ کے اضافے نے اس میں اور بھی
پیدا کر دی۔ آگے "**ولا تفرقو**" حکم میں مزید وضاحت
تاکید پیدا کر دی۔

اس حکم کی تصریح دوسرے مقام پر اس طرح کر دی
ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما
ھم البینت و اولئک لھم عذاب عظیم (3:104)۔ "
مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدا
واضح احکام آجانے کے بعد باہمی تفرقہ پیدا کر لیا اور ا
دوسرے سے اختلاف کرنے لگ گئے یہ وہ لوگ ہیں جن
خدا کا بڑا عذاب ہے"۔

اس سے بھی آگے بڑھئے سورۂ روم میں ارشاد ہے
اے مسلمانو! دیکھنا کہیں تم مشرکین میں سے نہ ہو جانا
ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں فر
پیدا کر لئے اور خود بھی ایک پارٹی بن بیٹھے" (0:31-32)
قرآن نے مزید کہا کہ
اگر تم نے اللہ کی کتاب کو اپنی اطاعت کا مرکز قرار دے ل
تم بہترین قوم (خیر امت) بن جاؤ گے (3:109) اگر تفرقہ
کر لیا تو جہنم میں پہنچ جاؤ گے (3:102) جب تک قوم
اصول پر قائم رہی وہ امت واحدہ رہی جب اس نے اط
کے لئے دوسرے مراکز اختیار کر لئے تو وہ فرقوں میں
گئی۔ اس نہج زندگی کو قرآن نے مشرکین کا انداز زیست

(30:…) "رسول اللہ سے فرمایا کہ تمہارا ان لوگوں کے
… واسطہ نہیں رہے گا" (6:160)- فرقوں میں بٹ جانا
… شرک ہے کہ فرقوں میں اطاعت خدا (کی کتاب)
… بلکہ اس کتاب کو ان فرقوں کے رہنماؤں کی تشریح
… کے تابع کر دیا جاتا ہے۔

… صدیوں سے مسلمان فرقوں میں بٹے چلے آرہے تھے اور
… مجید کی ان آیتوں سے آنکھیں بند کر کے آگے بڑھ
… تھے تاآنکہ علامہ اقبال نے یہ تجویز کیا کہ ایک ایسی
… قائم کی جائے جس میں اطاعت صرف قرآن کے ضابطہ
… کی ہو تاکہ (اس طرح) فرقے مٹ جائیں اور ابتداء"
… پیمانے پر سہی) امت واحدہ پھر وجود میں آجائے۔
… اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔

… تشکیل پاکستان کے وقت علامہ اقبال ہم میں موجود نہ
… طلوع اسلام نے اپنا فریضہ قرار دیا کہ وہ بتائے کہ فرقہ
… کس طرح اسلام کے خلاف ہے اور پاکستان کا مقصد
… اللہ کو مرکز اطاعت قرار دے کر' فرقوں کی جگہ امت
… کو تشکیل دے۔ ماہنامہ طلوع اسلام 1938ء میں جاری
… اور پاکستان میں 1948ء سے مسلسل (اور بلا انقطاع) شائع
… رہا ہے۔ پرویزؒ کی   سے زائد کتابیں شائع ہو چکی
… جن میں بعض کی ضخامت ڈیڑھ ڈیڑھ' دو دو ہزار صفحات
… مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ پرویزؒ کے ہفتہ واری درس
… کا سلسلہ 1985ء تک جاری رہا جو کیسٹس میں ریکارڈ
… محفوظ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ریکارڈ شدہ
… بذریعہ ٹیپ ریکارڈر/وی۔ سی۔ آر بلا ناغہ ہر ہفتہ
… جاتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی تحریر اور تقریر پر
… یں۔ یہ بنیادی حقیقت ہر جگہ نمایاں نظر آئے گی کہ
… کی رو سے' تمام مسلمان امت واحدہ کے افراد ہیں اور
… میں تفرقہ خواہ وہ مذہبی فرقوں کی شکل میں ہو یا سیاسی

پارٹیوں کی صورت میں' قرآن کے خلاف اور شرک ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں لہٰذا قرآن کریم نے جس تفرقہ کو شرک کہا ہے اس میں مذہبی فرقے اور سیاسی پارٹیاں سب شامل ہیں۔

امت میں تفرقہ سنگین جرم ہے۔ بنی اسرائیل اپنی جہالت سے سامری کے فریب میں آگئے اور انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارونؑ نے انہیں نرمی سے سمجھایا لیکن وہ اپنی روش سے باز نہ آئے۔ جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو وہ قوم کو اس حالت میں دیکھ کر سخت پریشاں ہوئے۔ انہوں نے حضرت ہارونؑ سے کہا کہ جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ لوگ اس طرح گمراہ ہو رہے ہیں' تو وہ کونسی بات تھی جس نے تمہیں اس سے روکا کہ جس طرح میں ان پر سختی کیا کرتا ہوں تم بھی اس طرح کرو؟" آپ کا جواب یہ تھا کہ میں اس سے ڈر گیا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا کر دیا اور میری بات یاد نہ رکھی (20:92-94)- حضرت موسیٰؑ مطمئن ہو گئے۔ اس بات سے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تفرقہ کس قدر سنگین جرم ہے۔

ان تصریحات کو سامنے رکھئے اور پھر سوچئے کہ کیا امت میں فرقوں کا وجود قرآن کے بھی خلاف اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بھی خلاف نہیں ہے؟ کیا اس بات کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک مملکت میں مسلمان مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہوں اور ہر فرقہ اپنی مستقل ہیئت برقرار رکھے؟ یہاں ہر پارٹی اور ہر فرقہ اپنے اپنے خیالات کو صحیح قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لئے تو اس کا جواب مشکل ہو گا لیکن مسلمانوں کے لئے اس میں ذرا بھی دشواری نہیں۔ اس لئے کہ ان کا ایمان یہ ہے کہ صحیح وہ ہے جو احکام خداوندی کے مطابق ہو اور غلط وہ ہے جو ان کے خلاف ہو۔ اصل مشکل

یہ ہے کہ بعض لوگوں کا مفاد ہی افتراق اور اختلاف میں ہے۔ یہی لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کچھ بھی کہے لیکن مذاہب برحق ہیں۔ عجیب غیر قرآنی دلائل پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اختلافات مٹانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ حق و باطل کا معیار خدا کی کتاب کو قرار دیا جائے لیکن جن لوگوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہو' وہ اس معیار کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ اس سے ان کا اقتدار ختم ہو جائے گا اور یہی فرقہ بندی کا راز ہے۔

جب طلوع اسلام نے کہا کہ اسلام میں فرقہ بندی شرک ہے اور امت میں اختلاف خدا کا عذاب (3:104-105)۔ تو ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا کہ یہ حدیث رسولؐ اختلاف امتی رحمۃ سے انکار ہے اور سنت نبوی کی مخالفت۔ باوجود اس کے کہ ایسی حدیث کا وجود صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی حدیث کی سب سے پہلی کتاب امام مالک کی موطا میں ملتی ہے۔ بلکہ جن کتابوں کا درجہ ان سات کتابوں کے بعد ہے ان میں بھی یہ حدیث نہیں ملتی۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ جب قرآن میں ارشاد خداوندی موجود ہے کہ اے رسول ایسے لوگوں کے ساتھ تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ تو پھر اسی طرح کہنے والا سنت نبوی کا مخالف کس طرح ہو گیا؟۔ حدیث کے سب سے بڑے متبعین کی طرف سے 1957ء میں اعلان ہوا کہ "یہ جملہ اختلاف امتی رحمۃ بالکل بے اصل اور غیر مستند ہے۔ اور قطعاً" اس لائق نہیں کہ اس کو حدیث سمجھ کر دلیل و برہان کے طور پر استعمال کیا جائے" (دیکھئے الاعتصام' بابت 2 اگست 1957ء)۔ یاد رہے کہ "الاعتصام" اہل حدیث کا آرگن ہے۔

کہا جاتا ہے ہم فرقے نہیں بلکہ مکاتب فکر ہیں جن میں اختلاف بنیادی نہیں فروعی و تشریحی ہیں۔ سب "فکری اختلافات" ہیں' عملی تفریق نہیں۔ یہ ابلہ فریبی ہے۔ محض لفظوں کی تبدیلی سے حقیقت نہیں بدلتی۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ایک مکتب فکر دوسرے مکتب فکر کے خلاف کفر کا فتویٰ کیوں لگاتا ہے۔ ان حضرات کے فتوے کی رو سے' (عدالتی تحقیقاتی کمیشن (جو مرحوم جسٹس منیر اور مرحوم کیانی پر مشتمل تھا کے الفاظ میں)' "نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ شیعہ مسلمان ہے نہ سنی' نہ دیو بندی مسلمان ہے اور نہ اہل حدیث اور نہ بریلوی مسلمان ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر ان حضرات میں سے جس جماعت کے ہاتھ میں اقتدار ہو گا' اس کے نزدیک اس جماعت کے علاوہ' باقی سب واجب القتل ہوں گے" (ص۔ 219)۔ اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ مسلم امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہو گا اور باقی سب جہنمی۔ پھر اگر موجودہ فرقے مکاتب فکر ہیں تو پھر یہ فرقے کون سے ہیں؟۔ کیا الگ الگ نمازیں' جداگانہ مسجدیں سب "فکری اختلافات" ہیں' عملی تفریق نہیں؟۔

یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ خود قرآن کی رو سے بھی مکاتب فکر کو ختم کر دینا جائز نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کا ارشاد ہے "**لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی**" (سورہ بقرہ۔ 256)۔ "دین میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو گئی"۔ جب اسلام اپنے دائرہ میں کفر کو برداشت کرتا ہے تو مکاتب فکر کو کیوں نہیں برداشت کر سکتا؟۔ یہ دلیل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس آیت میں جو حکم آیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا ہے لیکن اگر ایک شخص برضا و رغبت مسلمان ہوتا ہے لیکن شراب پیتا ہے جسے قرآنی مملکت اس سے روکتی ہے تو وہ آیا جواب میں کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کا حکم ہے "**لا اکراہ فی الدین**"

آپ مجھے شراب پینے سے نہیں روک سکتے۔ آپ جس طرح اس چیز کو میری کفر کی حالت میں گوارا کرتے تھے' اسلام لانے کے بعد آپ میری آزادی کو کس طرح چھین سکتے ہیں؟ کیا یہ جواب ایک مسلمان کی طرف سے حق بجانب سمجھا جا سکتا ہے؟۔ جو شخص مسلمان ہو جائے اسے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ جو جی میں آئے کرتا پھرے۔ اسے اسلامی آئین و ضوابط کے مطابق زندگی بسر کرنی ہو گی۔ اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تو اسے اسلام کو چھوڑ کر کفر کے دائرہ میں چلا جانا ہو گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر مذہب جب ابتدا میں منصہ شہود پر آتا ہے تو وہ اپنے اصولوں کی تبلیغ اور اشاعت کرتا ہے۔ لیکن مذہب اپنے اندر کچھ ایسے پنہاں اور مضمر رجحانات بھی رکھتا ہے جن کی تشریح و توضیح تاریخ اور وقت کے تحت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے کتاب ہدایت مل جانے کے بعد فرقوں کا وجود میں آجانا خود اس کتاب کی تعلیم کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ ویدوں کے بعد اپنشدوں اور منوسمرتی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس طرح ہندو مذہب میں فرقے پیدا ہو گئے۔ تورات کے بعد تالمود اور قبالہ کی ضرورت پڑی اور یہودیوں میں فرقے پیدا ہوئے۔ انجیل کے بعد عیسائیت میں فرقے پیدا ہوئے۔ اسلام نے جو ڈھانچہ تجویز کیا وہ اصولی حد تک قطعی اور واضح تھا۔ تاہم اس میں ایسی گرہیں موجود تھیں جن کا کھولنا آئندہ دور کے متکلمین' فقہا اور صوفیائے کرام کا کام تھا۔ اس طرح قرآن کے بعد مسلمانوں میں فرقے پیدا ہوئے۔ یہ فرقے اس انداز تعلیم کی رو سے پیدا ہونے لازمی تھے جو آسمانی کتابوں میں اختیار کیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر ان فرقوں کا پیدا ہونا مشیت ایزدی اور وحی کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔

قرآن مجید نے جو حقیقت بیان کی ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ "ہم نے تمام انبیاء کو حکم دیا تھا کہ **ان اقیموا الدین ولا تتفرقو**"(42:13)- دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو" لیکن ان کے جانے کے بعد تفرقے پیدا کئے گئے۔ کیوں؟ محض باہمی ضد کی وجہ سے۔ **وما تفرقوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیا بینهم** اور انہوں نے العلم (وحی) آجانے کے بعد تفرقہ نہیں کیا مگر باہمی ضد کی وجہ سے" (42:14)-

اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو جو نظام عطا کیا ہے وہ اصولی طور پر قطعی و مکمل تھا۔ امت کو کہا گیا تھا کہ تمام پیش آمدہ معاملات کا حل اور جزئیات کا تعین قرآن کی متعین کردہ غیر متبدل حدود میں رہتے ہوئے اسلامی مملکت کے ذریعے افراد امت کی باہمی مشاورت سے ہونا چاہئے **امرهم شوریٰ بینهم** (42:38)- اسٹیٹ کے فیصلے' وحی کی رو سے عطا کردہ مستقل اقدار و غیر متبدل اصول و احکام کے تابع ہونگے۔ یہ امت کا فریضہ ہے۔ قرآن نے کہا کہ

من لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الکفرون (5:44)- جو لوگ ماانزل اللہ کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

علاوہ ازیں تاریخی نقطہ نظر سے بھی "یہ گرہیں" سب سے پہلے عہد رسالتماب ﷺ اور خلفائے راشدینؓ میں کھلی تھیں۔ اس زمانے میں تو کوئی فرقہ وجود میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ جب تک اسلامی نظام قائم رہا فرقے پیدا نہیں ہوئے۔ جب خلافت ملوکیت میں بدل گئی' فرقے وجود میں آئے۔ لہذا فرقوں کا وجود غیر قرآنی نظام کا پیدا کردہ ہے۔ قرآن کی طرز تعلیم کا پیدا کردہ نہیں۔

یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ حکومت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ اگر کوئی حکومت برسر اقتدار آجائے اور وہ عوام کے

عقائد اور ایمانیات کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گی تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ وہ حکومت کتنا عرصہ چل سکے گی؟ سوال یہ ہے کہ اسلام میں فرقہ بندی جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ جائز نہیں تو اسلامی مملکت کا فریضہ ہو گا کہ ان امور کو عملاً نافذ کرے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرے اور ان سے روکے جو اس کے نزدیک ناپسند ہو۔ **یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر** (3:103)۔ اگر یہاں صحیح معنوں میں قرآنی حکومت قائم ہو جائے اور وہ دیکھے کہ عوام کے بعض عقائد و رسوم اسلام کے خلاف ہیں تو کیا اس حکومت کا یہ فریضہ نہیں ہو گا کہ وہ ان عقائد کی روک تھام کرے۔ یا اقتدار قائم رکھنے کے لئے لوگ جن غلط راستوں پر چل رہے ہیں انہیں' انہیں راستوں پر جانے دیا جائے گا؟۔ تو پھر ایسی اسلامی حکومت سے فائدہ کیا؟۔ مسجد نبوی میں کسی وقت چار مصلے تھے اب صرف ایک ہی نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ فرقے شبا شب نہیں مٹ سکتے ان کے وجود کو سردست اضطراری طور پر گوارا کرنا ہو گا۔ لیکن اسلامی مملکت کا اولین قدم یہ ہو گا کہ امت میں زیادہ سے زیادہ وحدت پیدا کرنے کے لئے تجاویز عمل میں لائیں اور نصاب تعلیم اس انداز کا مرتب کرے کہ ہماری آنے والی نسلیں خود بخود تفرقہ کی حالت کو چھوڑ کر امت کی وحدت میں گم ہو جائیں۔ اس وقت نہ شخصی اور ملکی قوانین کی تفریق باقی رہے گی اور نہ کوئی اور فرق۔

کہا جاتا ہے کہ جمہوریت اس دور کی وہ اہم سیاسی قدر ہے جس کے لئے ماضی میں انسانیت نے بہت قربانیاں دی ہیں اور اس وقت یہ نظام پوری مہذب دنیا میں رائج ہے۔ جس نظام میں پارٹیاں نہ ہوں وہ جمہوری نہیں ہوتا اور اس میں اختلاف آراء اور آزادی خیال کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ خیال قرآنی نظام جمہوریت سے بے خبری کی وجہ سے ہے۔ قرآنی نظام میں ہر فرد امت کو (دین کی حدود کے اندر) آزادی خیال اور اختلاف رائے کے اظہار کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مغربی نظام میں اس آزادی کا گلا گھٹ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

(1) اکثریت پر مشتمل پارٹی حکومت قائم کرتی ہے۔ یہ پارٹی حکومت کے فیصلہ یا عمل پر تنقید نہیں کر سکتی۔

(2) اقلیت حزب مخالف قائم کرتی ہے اور اس کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت کے ہر فیصلہ پر تنقید کرے تاکہ وہ بدنام ہو جائے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں آجائے۔

(3) پارٹی کے ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق رائے دینے کا حق نہیں ہوتا۔ پارٹی کے فیصلوں کا اتباع ضروری ہوتا ہے۔

قرآنی نظام حکومت میں قرآن کریم کی رو سے اقتدار مطلق تو خدا کی کتاب کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے عملی نفاذ کا فریضہ پوری کی پوری امت پر عائد ہوتا ہے۔ کسی پارٹی کو اقتدار کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ مغربی نظام جمہوریت اسلام کی ضد ہے۔ اس قسم کے متحارب گروہوں کا خلافت راشدہ کے زمانے میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ قرآن کریم کی رو سے احزاب دو ہی ہیں۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان (58:19-22)۔ حزب اللہ کو پارٹیوں میں تقسیم کرنا امت میں اختلاف اور دین میں تفرقہ پیدا کرنا ہے۔

قرآن مجید نے فرعون کی سرکشی کا ذکر ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا"

(فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس کے باشندوں کو گروہوں اور پارٹیوں میں تقسیم کر دیا تھا (28:4)۔

اس وقت ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ آیا ہمیں فرعونی سیاست کی پیروی کرنا چاہئے یا قرآن مجید کی؟ ہمارے

عوام تو اسلام سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ ہم نے پاکستان اسی غرض کے لئے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ حقیقی اسلام تو قرآن کریم کے اوراق میں محفوظ ہے اور مفاد پرست لوگ عوام کو حقیقی اسلام تک پہنچنے نہیں دیتے۔

قرآن نے فرمایا :

واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالاخرۃ و اذا ذکر الذین من دونہ اذاھم یستبشرون -(39:45)

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اس کے علاوہ اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

فرقہ بندی میں ہر معاملہ کی سند کسی نہ کسی انسان تک جا رکتی ہے۔ اور الدین میں سند خدا واحد کی کتاب عظیم قرآن قرار پاتی ہے۔ جس میں خود کوئی اختلافی بات نہیں اور جو دنیا بھر کے اختلافات مٹانے کے لئے آئی ہے۔

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفو فیہ وھدی و رحمۃ لقوم یومنون (16:64)- "اور ہم نے یہ کتاب تجھ پر صرف اس لئے نازل کی ہے کہ تو ان پر ان امور کو ظاہر کر دے جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اختلاف مٹانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ حق و باطل کا معیار خدا کی کتاب کو قرار دیا جائے۔

میں اپنی گذارشات کو انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ آخر میں سیمینار کے تمام شرکاء کا اور فاضل مقررین کا خصوصاً تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس گوناگوں مصروفیات کے دور میں سیمینار میں شرکت کے لئے وقت نکالا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ امت منتشرہ ایک بار پھر ملت واحدہ میں ڈھل جائے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(پروفیسر فتح محمد ملک)

اسلام یا مذاہبِ فقہ؟

(فکرِ اقبال کی روشنی میں)

آج کل فرقہ واریت کا عفریت ہمارے قومی و ملی وجود کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دینے کے در پے ہے۔ مذہب کے نام پر اس دہشت گردی کے اسباب پر غور کریں تو اپنے حکمران طبقے کی فرعونی سیاست کے خدوخال اور عالمی طاقتوں کی ابلیسی چال ڈھال کے ان گنت بھیانک روپ سامنے آتے ہیں مگر فی الوقت مجھے اس کے اسباب کا کھوج لگانے سے زیادہ اس کے خوفناک نتائج سے سروکار ہے۔ فرقہ واریت کے سنگین نتائج کا خیال کرتا ہوں تو مجھے علامہ اقبالؒ یاد آتے ہیں۔

علامہ اقبال نے بھی اپنے مشہور مقالہ ''بطور ایک اخلاقی اور سیاسی مسلک'' میں فرقہ آرائی کے خطرات سے اسی انداز میں خبردار کیا تھا۔ اپنے اس مقالہ میں انہوں نے اسلام کے روحانی اصولوں کی دائمی صداقت پر عہد جدید کے تقاضوں کی روشنی میں فلسفیانہ بحث کی ہے۔ زندگی کے اخلاقی اور سیاسی ہر دو دائروں میں آزادی و جمہوریت اور اخوت و مساوات کے اصول و اقدار کی کارفرمائی کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا امتیازی نشان ثابت کرنے کے بعد اپنے مقالہ کی آخری سطروں میں اقبال نے ایک ایسا سوال اٹھایا ہے جو نوے برس گزرنے اور غلامی سے آزادی کی قلمرو میں داخل ہونے کی نصف صدی بعد آج بھی ہم سے جواب طلب ہے۔ مصورِ پاکستان آج ایک مرتبہ پھر ہم سے پوچھتے ہیں کہ:

"But are we Indian Musalmans true to this principle in our social economy? Is the organic unity of Islam intact in this land? religious adventurers set up different sects and fraternities, ever quarrelling with one another; and then there are castes and sub castes like the Hindus! Surely we have out-Hindued the Hindu himself; we are suffering from a double caste system-- the religious caste system, sectrarianism, and the social caste system, which we have either learned or inherited from the Hindus. This is one of the quiet ways in which conquered nations revenge themselves on their conquerors. I condemn this accursed religious and social sectarianism; I condemn it in the name of God, in the name of Jesus Christ, and in the name of him-- a thrill of emotion passes through the very fibre of my soul when I think of that exalted name--yes, in the name of him who brought the final message of freedom and equality to mankind. Islam is one and indivisible; it brooks no distinctions in it. There are no Wahabies, Shias or Sunnies in Islam. Fight not for the interpretations of the truth, when the truth itself is in danger." (1)

(1). "Islam As a Moral And Political Ideal" Vahid, S.A.Ed. Thoughts and Reflections of Iqbal, Lahore, 1973, (p.54).

ترجمہ:

"کیا ہم مسلمان اپنی سوشل اکانومی میں ان اصول و اقدار پر صدق دل کے ساتھ عمل پیرا ہیں؟ کیا اس سرزمین پر مسلمان کا بنیادی اتحاد قائم ہے؟ مذہبی طالع آزماؤں نے مختلف فرقے اور برادریاں قائم کر لی ہیں جو ہر وقت ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی ہیں۔ پھر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہم نے خود کو چھوٹی اور بڑی ذات برادریوں میں منقسم کر رکھا ہے۔ یقیناً اس معاملے میں ہم نے ہندوؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہم تو ذات پات کے دہرے نظام کی پیروی کرنے لگے ہیں۔ معاشرتی ذات پات کے نظام کے ساتھ ساتھ ہم نے مذہبی ذات پات اور چھوت چھات کا نظام بھی وضع کر لیا ہے۔ جو ہم نے یا تو ہندوؤں سے ورثہ میں لیا ہے یا ان سے سیکھ لیا۔ میں مذہبی اور معاشرتی فرقہ واریت کے لعنتی نظام کی مذمت کرتا ہوں۔ میں خدا کے نام پر اس کی مذمت کرتا ہوں۔ خدا کا آخری پیغام انسانیت کی آزادی اور مساوات کا پیغام ہے۔ اسلام ایک ہے۔ اسلام ناقابل تقسیم ہے۔ اسلام میں وہابی، شیعہ، سنی وغیرہ کے الگ الگ وجود کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جب خود حقیقت کا وجود ہی خطرے میں پڑ چکا ہو تب حقیقت کی مختلف تفسیروں اور تعبیروں پر جھگڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟"

ہندی مسلمانوں میں نسلی اور مذہبی ذات پات اور چھوت چھات کے اسی دہرے نظام کی تردید اقبال کی مقبول عام نظم "جواب شکوہ" میں بھی بڑے موثر انداز میں بھی ملتی ہے۔ متذکرہ بالا مضمون کی اشاعت کے صرف چند برس بعد منظر عام پر آنے والی اس نظم میں خود اللہ تعالیٰ اس غیر اسلامی فرقہ وارانہ روش پر مسلمانوں کا احتساب درج ذیل پیرایہ بیان میں فرماتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

امت مسلمہ کے روحانی اور مادی زوال کا بنیادی سبب فرقہ بندی اور ذات پات کا نظام ہے۔ مسلمانوں نے اسلام کی اصل روح سے روگردانی کر کے نسلی برتری اور خونی رشتوں کے تقدس کے جاہلانہ تصورات کو اپنی عملی زندگی میں دوبارہ اپنا کر اپنی قومی اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اقبال اس طرز عمل کو بولہب کی پیروی قرار دیتے ہیں ان کی نگاہ میں عہد حاضر کی دنیائے اسلام ابولہب کی پرستار ہے:

در عرب گردیدم و ہم در عرب
مصطفیٰ نایاب و ارزاں بو لہب

حق فراموشی اور باطل پرستی کی اس فضاء میں اللہ میاں مسلمانوں کی یوں سرزنش فرماتے ہیں:

کون ہے تارکِ آئینِ رسول ﷺ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تجھے پاس نہیں

اقبال کو بارگاہِ ایزدی سے اپنے شکوہ کا جواب یہ ملا کہ مسلمانوں میں دولتِ دل اور دولتِ دنیا ہر دو کے نایاب ہو کر رہ جانے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انہوں نے پیغام محمد ﷺ پر عمل کرنے کی بجائے اسلام کے نام پر ابولہب کی پیروی کا چلن اختیار کر رکھا ہے مسلمان جب ایک مرتبہ پھر وطنی قومیت کی حدود اور مذاہبِ فقہ کی قیود سے اوپر اٹھ کر بارگاہِ رسالتمآب میں سر تسلیم خم کر لیں گے تب ان کا مادی اور روحانی زوال ایک مرتبہ پھر عروج میں بدل جائے گا۔ اللہ کی رحمتوں سے فیض یاب ہونے کی صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

تمام مذاہب فقہ کا مشترک سرچشمۂ فیضان آنحضور ﷺ کی ذات والا صفات ہے جنہیں حریم کبریا سے ایک دین کی اشاعت اور واحد امت کی تشکیل کا بار امانت سونپا گیا تھا۔ مسلمانوں نے آئینِ رسول ﷺ کو کب اور کیوں ترک کیا؟ اقبال مسلمانوں پر ملوکیت کے تسلط کو اس انحراف کا نکتۂ آغاز قرار دیتے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں

نے جب ایک مرتبہ اسلام کا نظام سیاست وحکومت ترک کر کے دور جاہلیت کے نظام سیاست وحکومت کو اختیار کر لیا تو پھر قدرتی طور پر ظہور اسلام سے پہلے کے جاہلی رسوم ورواج نے مسلمانوں کے اندر پھر سے اپنی جگہ بنانی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں آ پہنچی کہ:

منزل و مقصودِ قرآں دیگر است
رسم و آئینِ مسلماں دیگر است
خود طلسم قیصر و کسریٰ شکست
خود سرِ تختِ ملوکیت نشست
تا نہال سلطنت قوت گرفت
دینِ او نقش از ملوکیت گرفت
از ملوکیت نگہ گردد دگر
عقل و ہوش و رسم درہ گردد دگر

ایسے میں اقبال اسلام کی ابتدائی پاکیزگی اور حقیقی روح کی تلاش میں نکلتے ہیں تو ملوکیت اور ملائیت کی تردید کرتے ہوئے نوجوان نسل کو حقیقی اسلام کی بازیافت کا فریضہ یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ 1932ء میں کل ہند مسلم کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت کے دوران انہوں نے کہا تھا کہ:

"The faith which you represent recognises the worth of the individual, and disciplines him to give away his all to the service of God and man. Its possibilities are not yet exhausted. It can still create a new world where the social rank of man is not determined by his caste or colour, or the amount of dividend he earns, but by the kind of life he lives; where the poor tax the rich, where human society is founded not on the equality of stomachs but on the equality of spirits, where an Untouchable can marry the daughter of a king, where private ownership is a trust and where capital cannot be allowed to accumulate so as to dominate the real producer of wealth. This superb idealism of your faith, however needs emancipation from the medieval fancies of theologians and legists. Spiritually we are living in a prison house of thoughts and emotions which during the course of centuries we have woven round ourselves." (2)

ترجمہ:

تم اپنے اندر جو اعتقاد رکھتے ہو' وہ فرد کی اہمیت کا قائل ہے اور اس چیز کے لئے مساعی ہے کہ تم خدا اور انسان کی خدمت کر سکو۔ اس کے امکانات ابھی پوری طرح وجود میں نہیں آئے۔ وہ اب بھی ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے جہاں ذات' رنگ یا دولت کے پیمانہ سے اس کی عظمت کو ناپا نہیں جاتا بلکہ اس کی طرز زندگی سے جہاں غریب امیروں پر ٹیکس عائد کرتے ہوں۔ جہاں انسانی سوسائٹی شکم کی مساوات پر نہیں' بلکہ روحوں کی مساوات پر قائم ہو۔ جہاں ایک اچھوت بادشاہ کی لڑکی کو عقد میں لا سکتا ہو۔ جہاں ذاتی ملکیت ایک امانت ہو۔ جہاں اس طور پر اکتناز دولت کا امکان نہ ہو کہ وہ دولت پیدا کرنے والے پر ہی چھا جائے لیکن تمہارے عقیدہ کا یہ معراج نشاۃ وسطیٰ کے فقیہوں کی نازک خیالیوں سے پاک ہو جانا چاہئے روحانی طور پر ہم ان تخیلات اور احساسات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جو ہم نے پچھلی صدیوں کے دوران میں اپنے گرد لپیٹ لی ہیں۔ (ترجمہ: لطیف احمد شروانی)

اقبال کے نزدیک اسلام کو قرونِ وسطیٰ کے فقہاء اور ماہرین قانون کی تاویلات کے پھندوں سے آزاد کرنا اسلامی نظام کی نئی تشکیل کی جانب پہلا قدم ہے۔ مسلمانوں کے دور ملوکیت کے استبدادی سیاسی نظام کی جبر و اکراہ کی فضاء میں ہمارے دینی پیشواؤں نے اسلامی نظام حیات کو جس انداز میں عہد بہ عہد پیش کیا

(2). *Thoughts And Reflections of Iqbal (p.212-213)*

[illegible] شہنشاہیت کی اٹل حقیقت سے سمجھوتے کی مختلف صورتیں [illegible] نے اپنے غیر اسلامی شاہانہ طرزِ زندگی کے فروغ [illegible] کے استحکام کی خاطر قیصر وکسریٰ کے چلن کو مشرف بہ [illegible] کی خاطر ملائیت کا ادارہ ایجاد کیا۔ ملوکیت اور ملائیت [illegible] کے دست و بازو بن گئے اور دونوں نے مل کر ملت [illegible] متحارب فرقوں میں بانٹ دیا۔ عہدِ جدید تک آتے [illegible] اسلام کا منظر کچھ یوں ہو گیا:

[illegible] کافری رسواتر است زانکہ ملا مومنِ کافر گر است!
[illegible] نگاہِ اُویم است از نگاہِ اُویم ماشبنم است!
[illegible] آں قرآں فروش دیدہ ام روح الامیں رادر خروش!
[illegible] گردون دلش بیگانہ نزدِ اوام الکتاب افسانہ
[illegible] از حکمتِ دین نبیؐ آسمانش تیرہ از بے کوکبی!
[illegible] ذوق و ہرزہ گرد ملت از قال و اقولش فرد فرد!
[illegible] و اسرارِ کتاب کورِ مادر زاد و نورِ آفتاب!

دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد!

[illegible] پر فتنہ و فساد کی فرقہ وارانہ فضاء نے اسلام بمقابلہ [illegible] ناپسندیدہ صورتِ حال پیدا کر دی ہے کہ آج [illegible] نفاذِ اسلام کی بجائے اپنے اپنے مذہب فقہ کے نفاذ کا [illegible] رہا ہے۔ فرقہ وارانہ تشدد کے ہاتھوں دنیائے اسلام کا شیرازہ بکھر جانے کے ان ہی امکانات کو پیش از وقت بھانپ کر اقبال نے ان زنجیروں کو توڑ پھینکنے کی تمنا کی تھی جو مسلمانوں کے دورِ ملوکیت و استبداد کے دوران دینِ اسلام کو پہنائی گئی تھیں۔ پاکستان کا تصور بھی اسی تمنا کی کرشمہ سازی ہے۔ عرب شہنشاہیت کے ناپاک اثرات سے اسلام کو پاک کر دینے کی یہ دعوت تصورِ پاکستان کا جزولاینفک ہے۔

اقبال نے برصغیر میں اسلام کے وجود کو خطرات سے بچانے کی تمنا میں جداگانہ مسلمان مملکت کے قیام کا تصور پیش کیا تھا۔ ہماری سیاسی اور تہذیبی جدوجہد کی اس اہم ترین دستاویز میں اقبال نے پاکستان کے قیام کے امکان کو اسلامیان ہند کے ساتھ ساتھ خود اسلام کے حق میں بھی ایک نیک فال قرار دیا تھا۔ اقبال نے فرمایا تھا کہ پاکستان کے قیام سے اسلام کو یہ فائدہ پہنچے گا کہ اس سے عرب شہنشاہیت کی چھاپ اتاری جا سکے گی اور یوں اسلام کے کلچر، قانون اور تعلیم کو اسلام کی حقیقی روح کے مطابق حرکت دی جائے گی صدیوں کا جمود ٹوٹے گا۔ اسلام کی حقیقی روح کی بازیافت ہو گی او[ر] پھر اسلام کی اس حقیقی روح کو روحِ عصر سے ہم آہنگ کر کے ایک جہانِ نو تخلیق کیا جا سکے گا۔

افسوس کہ پاکستان میں عرب شہنشاہیت کی یہ چھاپ [illegible]ف مذہب پر ہی نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر نہ صرف موجود ہے بلکہ اور گہری ہو گئی ہے۔ اسلام نے خاندانی شہنشاہیت کے نظام کی لا قیصر ولا کسریٰ کہہ کر نفی کر دی تھی اور اس کی جگہ سلطانیٔ جمہور کے نظام کی تلاش شروع ہو گئی تھی۔ حریت و مساوات کا خواب حقیقت کا روپ دھارنے لگا تھا مگر بنو امیہ نے قیصر و کسریٰ کی خاندانی شہنشاہیت کے عکس پر عرب ملوکیت کا نظام قائم کر دیا۔ اس غیر اسلامی نظام کو مشرف بہ اسلام کرنے کی خاطر دینی تاویلات کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اسلام کی مختلف اور متصادم تفسیر و تعبیر نے مسلمان کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا۔ یہ مذہبی نذعات دراصل شہنشاہیت کا کڑوا پھل ہیں۔ اس زہر کا تریاق حقیقت یعنی اسلام کی تفسیر و تعبیر پر جھگڑنے کی بجائے علمی روایات کی روشنی میں ہر کسی کو تفسیر و تعبیر کی آزادی کا حق دینا ہے۔ اختلاف رائے کو اپنے معاشرے کے لئے خیر و برکت بنانا ہے نہ کہ فتنہ و فساد کی چنگاری۔

اقبال کے نزدیک فرقہ وارانہ کشیدگی اور تصادم مذہبی دیوانگی کا نہیں بلکہ سامراجی حکمتِ عملی کا شاخسانہ ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کے جو گروہ آئے دن اس آگ کا ایندھن بنے رہتے ہیں وہ صیدِ ملایان و نخچیر ملوک ہیں۔ اقبال نے اپنی شاعری میں ابلیس کے سیاسی کردار کو منفرد اور متنوع پیرایوں میں اجاگر کر رکھا ہے اس ضمن میں ان کا آخری شاہکار نیم ڈرامائی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' ہے۔ دنیا میں ابلیسی نظام کو درپیش خطرات کی تفہیم اور پیش بندی کی خاطر 1936ء میں ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ اپنے اختتامی کلمات میں ابلیس اپنے مشیروں کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اشتراکیت کی بجائے اسلام کو اپنے عالمی نظام کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتا ہے:

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار' آشفتہ مغز آشفتہ مو
ہے اگر کوئی خطر مجھ کو تو اس امت کی بیداری سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

ابلیس اس خطرے سے ہرگز غافل نہیں ہے۔ پیش بندی کے طور پر اس نے پہلے ہی متعدد موثر اقدامات کر رکھے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشیروں کے سامنے اپنی جنگی حکمتِ عملی پر ان الفاظ میں اعتماد کا اظہار کرتا ہے:

یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام
طبع مشرق کے لئے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ ''قوالی'' سے کچھ کمتر نہیں ''علم الکلام''
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

یہ بات ابلیس کے لئے باعث مسرت و اطمینان ہے کہ دنیا کے مسلمان اپنے دین کی انقلابی روح سے غافل اور فقط رسمی عبادات پر قانع ہو کر ابلیسی نظام کو مستحکم تر ہونے کا موقع فراہم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ:

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستین

یہ بات ابلیس کے لئے بے حد خوش آئند ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی پیشواؤں نے بڑے صدقِ دل کے ساتھ امتِ مسلمہ کو قرآں کے تفہیم و تعبیر کے ذرا ذرا سے اختلاف کی بنیاد پر باہم متحارب فرقوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے۔ یہ فرقہ آرائی دنیا میں شیطنت کے فروغ و استحکام کے لئے بے حد سازگار ہے۔ اس لئے اسے ہر قیمت پر برقرار رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے:

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے' قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

خدا اندیش مسلمانوں کی رات کو تاریک سے تاریک تر کرنے' اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات کو بدستور چھپائے رکھنے اور اُسے عالم کردار سے بیگانہ رکھنے کا موثر ترین ذریعہ ان زندگی گریز منطقی موشگافیوں پر فرقہ وارانہ جنگ و جدل ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

ابنِ مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے؟
ہیں صفاتِ ذاتِ حق' حق سے جدا یا عین ذات؟
آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
امتِ مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات؟
کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس عہد میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات؟

دورِ ملوکیت میں اس طرح کے سراسر نظری مسائل کو ہوا دیکر مسلمانوں کی توجہ زندگی کے ٹھوس حقائق سے ہٹا دی گئی تھی۔ ابلیس کا مشن یہ ہے کہ عصرِ رواں میں بھی مسلمان ایسے ہی لفظی گورکھ دھندوں میں بدستور الجھے رہیں' مذاہب فقہ کی دیواریں اس قدر اونچی اٹھا دی جائیں کہ ہر فرقہ اپنی اپنی فقہی حد بندی کے اندر محدود ہو کر الٰہیات سے تراشے ہوئے لات و منات کی پرستش میں مصروف رہے۔ ابلیس کو جہاں اپنی اس حکمت عملی کے کارگر ہونے کا یقین ہے وہاں

اسے دنیائے اسلام کے گرد و پیش رونما ہونے والے انقلابات پر تشویش بھی ہے۔اسے اندیشہ ہے کہ ان انقلابات کے زیر اثر کہیں مسلمان ملوکیتی اسلام کی تنگ و تاریک فضاؤں سے نکل کر حقیقی اسلام کی وسیع نورانی فضاؤں میں نہ آنکلیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشیروں کو یوں خبردار کرتا ہے:

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
الحذر! آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی ففور و خاقاں، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین
ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

آج سے چونسٹھ برس پیشتر اقبال نے اپنی اس نظم میں ابلیس کا جو سیاسی منشور بے نقاب کیا تھا ہم آج تک اسی منشور کے حرف و معنی پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ہم نے ابلیس کے پروگرام کو کچھ یوں مشرف بہ اسلام کرلیا ہے کہ مسلمانوں کی بیداری اور اتحاد سے لرزاں و ترساں مغربی دنیا عہد بہ عہد سکھ کا سانس لیتی چلی آرہی ہے۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمہ پر جو نیا عالمی نظام قائم ہوا اس کے آقاؤں کو سب سے بڑا خطرہ دنیائے اسلام کی بیداری اور حقیقی اسلام کے نفاذ ہی سے تھا۔ چنانچہ آرنلڈ۔ جے۔ ٹوائن۔ بی نے 1948ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب Civilization on Trial میں Islam, the West, and the Future کے عنوان سے اپنے خیالات کو یوں سمیٹا ہے:

"Pan-Islamism is dormant-yet we have to reckon with the possibility that the sleeper may awake if ever the cosmopolitan proletariat of a 'Westernized' world revolts against Western domination and cries out for anti-Western leadership. That call might have incalculabe psychological effects in evoking the militant spirit of Islam-even if it had slumbered as long as the Seven Sleepers-because it might awaken echoes of a heroic age. On two historic occasions in the past, Islam has been the sign in which an Oriental society has risen up victoriously against an Occdental intruder. Under the first successors of the Prophet, Islam liberated Syria and Egypt from a Helenic domination which had weighed on them for nearly a thousand years. Under Zangi and Nur-ad-Din and Saladin and the Mamluks, Islam held the fort agianst the assaults of Crusaders and Mongols. If the present situation of mankind were to precipitate a 'race war', Islam might be moved to play her historic role once again. Abist omen." (3)

یہ بات بڑی معنی خیز ہے کہ مسلمانوں کی بیداری اور دنیائے اسلام کے ممکنہ اتحاد فکر و عمل سے اقبال کے ابلیس کو جو خطرہ

(3). Arnold J. Toynbee "Civilization on Trial" (p.212)

درپیش ہے آرنلڈ ٹائن بی بھی مغربی دنیا کے مستقبل کو اسی خطرے سے دوچار پاتے ہیں۔ مغربی دنیا کے مورخ اور مفکر بھی اسی تشویش میں مبتلا ہیں جس میں اقبال کا ابلیس مبتلا ہے:

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

پروفیسر ٹائن بی کو بھی اس امر پر اطمینان ہے کہ اسلام کی حقیقی روح ابھی تک سو رہی ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اسے اس امکان پر تشویش بھی ہے کہ اگر اسلام کی حرکی روح جاگ اٹھی تو پھر دنیا پر مغربی بالادستی کا مستقبل تاریک ہو کر رہ جائے گا۔ اس ضمن میں انہیں سب سے بڑا خطرہ اسلام کی انقلابی روح کے متلاشی جدید مسلمان سے ہے۔ ان کی نظر میں اس خطرے کا تدارک قدامت پرستی' تقلید پسندی اور جدت بیزاری کے رجحانات کو ہوا دینے اور صوفی وملا کو اس جدید مسلمان کے خلاف صف آراء کر دینے سے ممکن ہے چنانچہ فرقہ وارانہ تصادم سے مسلمانوں کو اتفاق کی شاہراہ سے ہٹا کر نفاق کی اندھی گلیوں میں بھٹکا دینا اسی اندرونی صف آرائی کی ایک بھیانک شکل ہے۔ اس باب میں اقبال کا ابلیس پروفیسر ٹائن بی سے متفق ہے:

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر' اسی میں ہے رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات

روس کی اشتراکی سلطنت کی تباہی کے بعد دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر شروع ہونے والا غلامی کا نظام بھی موت سے ہمکنار ہو گیا۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے مابین سرد جنگ ختم ہو گئی۔ اب ایک بار پھر پرانے عالمی نظام کی خاکستر سے ایک نئے عالمی نظام نے جنم لیا ہے۔ اس نظام کے ناخداؤں کی تشویش بھی وہی ہے جس کی صورت گری نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' میں ملتی ہے اور جس کا علمی بیان ٹائن بی کے متذکرہ بالا اقتباس میں موجود ہے۔ آج ایک بار پھر مغربی دنیا کو مسلمانوں کی ممکنہ بیداری' اتحاد اور عروج سے خوف آنے لگا ہے اور وہ اس فکر میں مبتلا ہے کہ:

آشکارا ہو نہ جائے شرعِ پیغمبر کہیں
خیر اسی میں ہے' قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہاں بے ثبات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

مگر ساتھ ہی ساتھ اسے اپنی ابلیسی حکمت عملی کے حسب سابق بار آور ہونے کی امید بھی ہے:

چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین
ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

مغربی دنیا کے ان اندیشہ ہائے دور و دراز کی عکاسی کرتے ہوئے برنارڈ لیوس اپنی کتاب Islam and the West میں رقم طراز ہیں:

"Islam is a powerful but still an undirected force in politics. As a possible factor in international politics, the present prognosis is not favorable. There have been many attempts at a pan-Islamic policy, none of which has made much progress. One reason for their lack of success is that those who have made the attempt have been so unconvincing. This still leaves the possibility of a more convincing leadership, and there is ample evidence in virtually all Muslim countries of the deep yearning for such a leadership and a readiness to respond to it. The lack of an educated modern leadership has so far restricted

the scope of Islam and inhibited religious movements from being serious contenders for power. But it is already effective as a limiting factor and may yet become a powerful domestic political force if the right kind of leadership emerges. (4)

دیکھا آپ نے؟ حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کے امکانات کے خلاف ابلیسی نظام کی تمام تر پیش بندیوں کی کامیابی کا دارومدار فرقہ واریت کے فروغ اور استحکام پر ہے۔ ابلیس کی حکمت عملی یہ ہے کہ مسلمان اسلام کی حقیقی آفاقی روح کو فراموش کر کے دورِ ملوکیت میں پیدا ہونے اور پنپنے والے مذاہب فقہ کی تقلید کی خو میں راسخ ہو کر خود کو باہم متحارب مذہبی گروہ بندیوں میں تقسیم کئے رکھیں آئین پیغمبر یا شرع پیغمبر کے نفاذ کا مطالبہ کرنے کی بجائے وہ اپنے اپنے امام مجتہد کی تعبیر وتفسیر کے نفاذ کے مطالبہ پر ڈٹ کر ایسی صورت حال پیدا کر دیں جس میں کوئی ایک نظام فقہ بھی نافذ نہ ہو سکے۔ اسلامی اتحاد کی بجائے فرقہ وارانہ نفاق کی مکدر فضاء میں نہ تو مسلمان محمد ﷺ سے وفا کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ ہی دہر میں اسمِ محمد سے اجالا ہو سکتا ہے۔ ابلیس بھی یہ چاہتا ہے۔

مسلمانوں کی غلامی اور ذلت اور مغربی دنیا کے عروج اور بالادستی کے دو عالمی نظام یکے بعد دیگرے رفت گزشت ہوئے اور مغربی بالادستی ہی کے تیسرے عالمی نظام کی بنیادیں آج استوار ہو رہی ہیں۔ اس نئے عالمی نظام نے بھی ابلیسیت کی کوکھ ہی سے جنم لیا ہے اور اسی کی آغوش میں پروان چڑھ رہا ہے۔ فرقہ واریت اس کی آنکھوں کا تارا ہے۔ اور شرعِ پیغمبر اس کے لئے موت کا پیغام ہے۔ ہمارا اور اسلام کا مستقبل خود ہمارے عزم وعمل میں پوشیدہ ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ ہم تلبیس ابلیس پر قائم رہتے ہیں یا پھر اسے رد کر کے عشقِ رسول کے عملی تقاضوں کو لبیک کہتے ہیں؟ اگر ہم اولا الذکر روش پر جمے اور ڈٹے رہے تو' ابلیس کی امیدیں پوری ہوں گی اور اگر ہم نے ثانی الذکر راستے کو اختیار کر لیا تو پھر ابلیس کے اندیشے درست ثابت ہو جائیں گے اور اس کی خوف ودہشت میں کانپتی ہوئی آواز افق تا افق گونجنے لگے گی:

الحذر! آئین پیغمبر سے سوبار الحذر!

قیام پاکستان کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے ٹوئن بی نے ہمیں فرقہ واریت کے فتنہ سے خبردار کرنا ضروری سمجھا تھا۔ فرقہ وارانہ مذہبی جنون کو پاکستان کے استحکام اور بقاء کے لئے زہر قاتل قرار دیتے وقت فلسفہ تاریخ کے اس نامور شناور نے کتنا درست اور کیسا بروقت انتباہ کیا تھا مگر افسوس کہ ہمارے دینی اور سیاسی قائدین نے آج تک اس بیان کی دوررس معنویت پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا:

"A common adherence to Islam is manifestly a force that binds a majority of the people of Pakistan together; but now I am going to venture onto more controversial ground. I should say that it would be a calamity if Pakistan were ever to become a Muslim-state in an exclusive and intolerant way, for then Islam might become a far more disruptive force than the racial and linguistic differences which Islam at present overrides. For Ahmadiyah, as well as the Sunnah, are represented in it, and for this reason, so it seems to me, Pakistan could never be identified, as some Islamic countries can be, with some particular Islamic sect. And then Pakistan contains numerous and valuable minorities--particularly a Hindu minority and a Sikh one. The majority community, several minority communities in Pakistan have the tasks

(4). Bernard Lewis, "Islam And the West" Oxford, 1993, (p.166)

of living together as fellow citizens and, more than that, as friends. In so far as they succeed in achieving this, they will be doing a piece of pioneer spiritual work, not only for themselves, but for the world as a whole." (5)

ترجمہ:
''اسلام سے وفا کا مشترکہ عہد ہی وہ نا قابل تسخیر قوت ہے جس نے اسلامیان پاکستان کو باہم متحد کر رکھا ہے۔ مگر اب میں ایک متنازعہ بات چھیڑ رہا ہوں اور وہ یہ کہ اگر کبھی پاکستان کو ایک متعصب اور بارواداد مسلمان ریاست بنانے کی کوشش کی گئی تو پاکستان تباہی کے راستے پر گامزن ہو جائے گا۔ ہر چند اس وقت پاکستان نسلی اور لسانی اختلافات کو مٹا کر اسلام کے پرچم تلے متحد ہے مگر یکسانیت کے نام پر مذہبی فرقہ آرائی کو ہوا دینے سے پاکستان اسلام ہی کے نام پر ٹوٹ جائے گا۔ پاکستان میں اسلام کسی ایک فرقہ کے پیروکاروں تک محدود نہیں ہے۔ ان تمام فرقوں کو مل جل کر دوستوں کی مانند زندہ رہنا ہے۔ اگر پاکستانی اخوت و مساوات کی اس منزل کو پالیں گے تو یہ ایک ایسا انوکھا روحانی تجربہ بن جائے گا جو نہ صرف پاکستان بلکہ ساری کی ساری دنیائے انسانیت کی ترقی اور سربلندی کی نوید بن جائے گا۔''

• ہمارے ہاں مذہبی جنون اور دہشت گردی کے پس پردہ جو بھی اندرونی اور بیرونی ہاتھ کارفرما ہیں انہیں الزام دینے سے پہلے اس حقیقت کا اعتراف کرنا انتہائی ضروری ہے کہ طلوع آزادی سے لے کر اب تک ہم نے اسلامی تعلیمات کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی رہبر و رہنما بنانے کے فریضہ سے مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کیا ہے۔ حریت و مساوات اور محبت و اخوت کا مرکز انسان کا دل ہے مگر اس کا عملی ظہور اقتصادی مساوات اور انسانی برابری کے اصول و اقدار کو طاقتور ریاستی اداروں میں ڈھالے بغیر ناممکن ہے۔ شہنشاہوں نے یہ اسلامی ادارے اس لئے قائم نہیں کئے کہ ان اداروں کے قیام سے وہ شہنشاہ نہیں رہتے بلکہ قانون کی اندھی گرفت میں تڑپتے ہوئے عام آدمی بن جاتے ہیں۔ آزادی کے بعد ہم نے مسلمان کی بجائے شہنشاہ بننے کی ٹھانی۔ غلام محمد سے لے کر شریف برادران تک شہنشاہ ہی ہم پر مسلط رہے اور اب تک ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم نے تو آج تک ان نکتہ ہائے بصیرت کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جو ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' سے برآمد ہوتے ہیں مگر ملت اسلامیہ کے دشمنوں نے اس نظم کے تہ در تہ معانی و مطالب کو خوب سمجھ رکھا ہے اور وہ ابلیس کے فرمان پر صدق دل کے ساتھ عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

(5). Cresent and Green London, (p.2-3)

سانحہ ارتحال

محترم عصمت ابوسلیم صاحب کی رفیقہ حیات وفات پا گئی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ عصمت ابوسلیم صاحب اور مرحومہ کے دیگر اعزہ واقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد اقبال چاولہ)

قرآن اور فرقہ واریت

قرآن مجید (الفرقان) فرقوں کے قیام کی سخت ممانعت کرتا ہے تاہم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ لوگ اپنی اپنی رائے رکھیں چاہے وہ اختلافی رائے ہو۔ مگر آنحضور کی وفات کے بعد بالعموم اور خلافت راشدہ کے دور کے خاتمے پر بالخصوص مسلمان فرقوں میں بٹنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان انتشار کا شکار ہوئے اور اسی انتشار نے مسلمانوں کو سیاسی' معاشی' علمی اور مذہبی میدان میں دوسری قوموں کی نسبت بہت پیچھے دھکیل دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو سیدھا راستہ دکھانے' دنیا میں ایک آئین کے تحت زندگی گزارنے اور انتشار سے بچانے کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے۔ ان تمام پیغمبروں کا بس ایک ہی پیغام تھا کہ اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ ایک ہے اور اس کے بتائے ہوئے اصول و ضوابط کے تحت زندگی بسر کرو گے تو دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہو گی۔ اسی پیغام کو لیکر نبی آخر الزمان محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ آپ انبیاء کی لڑی کے آخری نبی تھے اور آپ پر قرآن نازل ہوا اور اس میں انسان کے لئے ابد تک ہدایت اور روشنی ہے جس سے اسے استفادہ کرنا ہے۔

آنحضورؐ نے تمام عمر اللہ کے پیغام کو عام کیا۔ قرآن مجید درحقیقت سابقہ کتابوں اور انبیاء کرام کے پیغاموں کا نچوڑ ہے۔ آنحضورؐ نے اگر ایک طرف قرآنی تعلیمات کو فروغ دیا تو دوسری جانب اس کے احکامات پر مکمل طور پر خود عمل کر کے دکھایا۔ لہٰذا ان کے قول و فعل کے حسین امتزاج ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے جب انتقال فرمایا لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اگر آپ کے پیغام اور پیروکاروں کی تعداد کا موازنہ سابقہ انبیاء کی زندگی کے کارناموں سے کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ سب سے کامیاب پیغمبر ثابت ہوئے۔

آنحضورؐ کی رحلت سے مسلمان بے شمار پیچیدگیوں کا شکار ہو گئے۔ ان میں خاص کر سیاسی' معاشی' علمی اور ثقافتی پیچیدگیاں شامل تھیں۔ آپ کے دور میں ہی اسلام کا پیغام دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ مگر خلفائے راشدین کے دور میں اور بعد ازاں اسلام تین بڑے براعظموں' براعظم ایشاء' افریقہ اور یورپ تک پھیل گیا۔ بدلتے ہوئے سیاسی حالات' پھیلتی ہوئی جغرافیائی سرحدوں اور مختلف ثقافتوں کے آپس میں ملاپ نے اسلام کو ایک نیا روپ دیا۔ نبیؐ کے زمانے کا اسلام بتدریج تبدیل ہوتا گیا اور اسی تبدیلی کے سبب نئی سوچ کے دھارے اسلام میں ابھرنے لگے۔ سب سے منفی پہلو یہ ہوا کہ یہ نئی سوچ فرقوں کی شکل اختیار کرتی چلی گئی۔ اگرچہ مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ جنگیں تو نہ ہوئیں مگر لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔

اسباب

مندرجہ ذیل چند ایک اہم وجوہات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان فرقوں میں بٹ گئے اور حقیقی اسلام اور دین لوگوں کی

آنکھوں سے بتدریج اوجھل ہوتا گیا۔

سیاسی اسباب:۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد جو سب سے پہلا اور اہم مسئلہ امت کو پیش آیا وہ خلافت کا تھا۔ آپ نے چونکہ اپنا جانشین کسی کو نامزد نہیں کیا تھا اور جانشینی کا فیصلہ مسلمانوں کی دانست پر چھوڑ دیا تھا۔ جیسے ہی آپؐ نے انتقال فرمایا مدینہ میں عجیب و غریب صورت حال سامنے آئی۔ اقتدار کے حصول کے لئے کوئی خاندانی وراثت کا دعویٰ کر رہا تھا اور کوئی انصار ہونے کے سبب حق جتا رہا تھا اور جبکہ مہاجرین اپنی برتری ثابت کر رہے تھے۔ ☆ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے لیکر حضرت علیؓ تک خلافت کا مسئلہ اختلافی مسئلہ رہا۔ اور اس سیاسی جانشینی کی جنگ نے شیعہ اور سنی فرقوں کو جنم دیا۔

خاندانی اسباب:۔ خاندانی برتری بھی بعض اوقات فرقے پیدا کرنے کا سبب بنتی رہی ہے۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی پرانی رقابت قبول اسلام کے باوجود بھی ختم نہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادتیں اسی خاندانی چپقلش کی وجہ سے ہوئیں۔ اسی طرح بنو عباس نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی اولاد کو کم تر درجہ دیا کیونکہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت عباسؓ جو کہ آنحضورؐ کے چچا تھے' کی موجودگی میں حضرت علیؓ کو جانشین نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح زیدی' فاطمی اور اسماعیلی فرقے بھی خاندانی فوقیت کے دعویٰ کے باعث ظہور پذیر ہوئے۔

معاشی اسباب:۔ اسلامی ریاست کی سب سے اہم ذمہ داری اپنے باشندوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنا ہے آنحضورؐ اور خلفائے راشدہ کے دور میں اس ذمہ داری کو خوب اچھی طرح نبھایا گیا۔ مگر اسلامی سلطنت کے پھیلاؤ سے معاشی خوشحالی میں اضافہ ہوا۔ نظام ربوبیت کی جگہ اب سرمایہ دارانہ نظام نے لے لی۔ بنیادی ضروریات سے محروم طبقہ اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے مخصوص فرقوں کو قبول کرتا چلا گیا۔ ہمارے ہاں بعض فرقوں کی کامیابی میں ان کے پیر' خلیفہ یا امام کے دھن دولت کا بہت ہاتھ ہے۔

حضرت ابو زر غفاریؓ نے بہت پہلے معاشی استحصال کی نشاندہی کر دی تھی جسے زیادہ سنجیدگی سے نہ لیا گیا اور نہ ہی استحصال کی روک تھام کی گئی۔ اگر قرآن کے حکم کے مطابق نظام ربوبیت کو نافذ کر دیا جائے تو بے شمار فرقے اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ علامہ غلام احمد پرویز حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کو اسلام کا ایک سنہری دور قرار دیتے ہیں کیونکہ اس دور میں درحقیقت نظام ربوبیت اپنی پوری جامعیت کے ساتھ چلا۔

جغرافیائی وجوہات:۔ جیسے ہی اسلام خطہ عرب سے نکل کر نئے علاقوں' براعظموں اور دوسرے خطوں تک پہنچ گیا تو وہاں کی آب و ہوا' مذہب' ثقافت اور تاریخ و تہذیب کے اسلام پر اثرات مرتب ہوئے۔ ان علاقوں کو اسلام نے اپنے نور سے منور کیا۔ اگرچہ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر قرآن اور حدیث کی تشریح علاقائی ہوتی گئی۔ مکہ و مدینہ والا اسلام افریقہ میں افریقہ کی گرم و سرد ہوا میں تبدیل ہو گیا۔ یورپ کی سرد ہواؤں میں اسلام نئے رنگ میں ابھرا۔ ایشیاء میں اسلام ایشیائی طرز اپناتا گیا۔

ایران میں اسلام ایرانی تہذیب و تمدن کے ساتھ ابھرا' مشرقی اور مغربی افریقہ میں نیم برہنہ عورتیں بھی معزز مسلمان عورتیں ہی ہیں اور یورپ میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے والی عورتیں بھی معزز خواتین کہلائیں۔ نارتھ پول (North Pole) میں روزوں اور نمازوں کے اوقات کو مکہ و مدینہ کے اوقات سے تبدیل کرنا پڑا۔

درحقیقت اسلام نہ صرف عرب کے لئے یا ایک براعظم کے لئے ہے بلکہ تمام براعظموں اور جہانوں کی راہنمائی

☆ ہمیں فاضل مقالہ نگار کے اس موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ تفصیل اس اجمال کی دیکھئے لمعات میں۔ (طلوع اسلام)

کا سرچشمہ ہے۔ جغرافیائی یا علاقائی تبدیلی سے اگر فرقے جنم نہ لیتے تو اچھا تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر علاقے کے لوگ اپنے جغرافیائی تقاضوں کے پیش نظر اسلام کی توجیہہ کرتے وقت قرآن کو بنیاد بناتے تو تمام خطوں میں اسلام کی عمارت ایک جیسی کھڑی ہوتی اور علاقہ بدلنے سے فرقے نہ بدلتے۔ اسی طرح ایران کا ریاستی مذہب شیعہ مذہب نہ ہوتا اور سعودی عرب کا وہابی مذہب ریاستی مذہب نہ قرار پاتا۔

ثقافتی اسباب :- قرآن کا اپنا ایک نظریہ ثقافت ہے اور وہ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ تاہم قرآن دوسری ثقافتوں کی خوبیوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس بات میں کوئی حرج نہ تھا کہ اسلام مصر پہنچ کر مصری ثقافت کی خوبیاں اپنا لیتا' ایران میں آکر ایرانی ثقافت کو اپنے اندر سمو لیتا اور ہندوستان میں ہندوؤں کی ثقافت کی اچھائیاں جذب کر لیتا۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اسلام کو مصری' ایرانی اور ہندو ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کرنا تھا نہ کہ ان ثقافتوں میں اپنی شناخت ہی کھو بیٹھنا تھا۔ لہٰذا اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ آتش پرستی اکبر کو متاثر کر گئی۔ صوفیاء کرام کی قدر و قیمت بھگوان کے درجے تک پہنچ گئی۔ شادی بیاہ' فوتگی اور اپنے رسم و رواج دیسی طریقوں سے ہی انجام دیے جانے لگے۔ ایرانی' مصری اور ہندو تہذیبوں نے اسلامی لبادہ' اوڑھ لیا۔ طرہ اس پر یہ کہ ان تہذیبوں کے علمبردار بہت طاقتور فرقوں کے امیر بن گئے اور ان کو عوامی تائید کے علاوہ حکومتی اعانت بھی ملنے لگی۔

متفرق اسباب :- یہود و نصاریٰ کی سازشیں بھی مسلمانوں کے ہاں فرقوں کے قیام میں کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ اکثر فرقوں کے نظریات میں عیسائیت اور یہودیت کے فلسفوں کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔

پاکستان میں بعض حکومتوں نے بھی فرقہ واریت کو ہوا دی۔ ایک طرف تو خود ہی ان فرقوں کو اعانت دیتے اور دوسری جانب مخالف فرقے کی پشت پناہی کرتے۔ ان فرقہ وارانہ فسادات سے بعض حکومتوں کو طوالت دینے کا جواز تو مل گیا مگر اس سے خانہ جنگی کے سے حالات پیدا ہو گئے۔

اس کے علاوہ غیر ممالک کی حکومتیں بھی پاکستان میں فرقہ واریت کو فروغ دے رہی ہیں۔ یہ ممالک ان فرقوں کے سرکردہ لیڈروں کو وظائف' تحائف اور انعام و کرام سے نوازتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت اگر ان لیڈروں کے خلاف کوئی کارروائی کرے تو سیاسی دباؤ ڈالے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہے کہ وجوہات چاہے سیاسی' معاشی' معاشرتی' جغرافیائی' خاندانی یا انفرادی ہوں چاہے غیر ملکی یہود و نصاریٰ کی سازشیں ہوں عالم اسلام ان کے باعث فرقوں میں بٹ چکا ہے۔ اسی فرقہ واریت کے سبب خلفائے راشدہ کا دور مختصر رہا۔ بنو امیہ کا خاتمہ' بنو عباس کی تباہی' فاطمیوں کی ناکامی اور خلافت عثمانیہ سبھی اسی فرقہ واریت کے سبب زوال پذیر ہوئیں۔

آج بھی مسلمان متحارب فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت کی آگ بڑی تیزی سے پھیلی اور گزشتہ دو دہائیوں سے مساجد اور امام بارگاہوں میں دن دیہاڑے گولیاں اور بارود برسائے گئے جس سے سینکڑوں لوگ ہلاک ہو گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔ گویا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو رہا ہے۔ جہاں فرقہ واریت طاقتور ہو رہی ہے وہاں پاکستان کمزور پڑ رہا ہے۔ ان حالات کا اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم کی دعوت دی جائے اور فرقہ واریت کے زہر جو کہ ہماری معاشرتی زندگی میں سرایت کر گیا ہے' کا تدارک کیا

جائے۔

قرآن فرقہ واریت کی واضح نفی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "اے مسلمانو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے اور یہی قرآن ہے جو کہ بنیادی ماخذ ہے شریعت اور فقہ کا' اور اسی کو بنیادی ماخذ بنایا جائے تو فرقہ واریت خود بخود دم توڑ جائے گی۔ پھر ایرانی ایرانی نہ رہے گا' عربی عربی اور مصری مصری نہ بنے اور سب مسلمان ہوں اور سب کا ایک اسلام ہو۔ اور کسی عربی کو عجمی پر برتری نہ رہے اور ایک ہی صف میں محمود و ایاز کھڑے ہوں۔

فرقہ واریت کے شر کو اگر ختم کرنا ہے تو رواداری کو فروغ دینا ہو گا۔ معاشی تفاوت کو ختم کرنا ہو گا۔ سیاسی نظریات کی اصلاح تاریخ کے حقائق کی روشنی میں اور دین کو قرآن کی روشنی میں جاننا ہو گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(صفدر حسن صدیقی)

قرآن اور فرقہ واریت

نحمدہ ونصلی علی رَسُولِہِ الکریم

فرقہ واریت اسلام کی نفی ہے اور یہ قرآن کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے یہ اس لیے کہ قرآن تمام انسانوں کو ایک سوچ اور ایک لائحہ عمل پر جمع کرنے کی دعوت دیتا ہے، جب کہ فرقہ واریت انسانوں کو فکری انتشار اور عملی بے راہروی کی طرف لے جاتی ہے۔ فرقہ واریت انسانوں کو نسلی، لسانی، مذہبی، فرقہ وارانہ اور گروہی تعصبات میں مبتلا کر کے ایک دوسرے سے دُوری پیدا کرتی ہے۔

فرقہ واریت کے مضمرات اُس وقت پوری شدت سے عیاں ہوتے ہیں جب ہم اسلام کے صحیح مفہوم سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اسلام کی حقیقت قرآن کی سورت العصر میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ''والعصر ان الانسانَ لفی خُسرِ الاالذِینَ آمنُو وعملوُ الصّالحاتِ'' (یعنی بلاشبہ انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے)۔ یہی اسلام کی بنیادی دعوت ہے جو قرآن میں دی گئی ہے۔ اس دعوت کی بنیاد پر انسانوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک ''اہل ایمان'' کا گروہ اور دوسرا ''اہل کفر'' کا گروہ۔ جو لوگ قرآن کی اس دعوت سے اتفاق کرتے ہیں وہ اہل ایمان ہیں، اور جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ اہل کفر ہیں چاہے وہ پیدائشی طور پر کسی بھی گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کرنا یا اس کا انکار کرنا ایک اختیاری عمل ہے، موروثی ترکہ نہیں۔ اسلام کی اس تعریف کی روشنی میں اہل ایمان دوسرے انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہتے ہیں، اور اس طرح معاشرے کو ترقی و خوشحالی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

اس کے برعکس اللہ کا انکار کرنے والے، اہل ایمان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں، اور اپنی نفس پرستی اور خودغرضانہ رویوں کی بناء پر دنیا میں فساد مچانے اور انسانی معاشرے کو معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی اعتبار سے تہہ و بالا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

دنیا میں انسانوں کے مابین اس کشمکش میں مذہبی رواداری ایک مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ قرآن میں اس سلسلے میں ان الفاظ میں راہنمائی کی گئی ہے: ''لَکُم دِینکم ولی دین'' (یعنی تمہارا دین، زندگی گزارنے کا ڈھنگ تمہارے لیے اور ہمارا دین ہمارے لیے)۔ اور ''لَا اکراہ فی الدین'' (یعنی دین میں زبردستی نہیں)۔ ان آیات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی کو کوئی نقطہ نظر اپنانے کے لیے زبردستی مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنے طور پر غور و فکر کر کے، اپنی آزادی سے، اپنی سوچ کو تبدیل کرے اور مستقبل میں کوئی دوسری سوچ یا نظریہ اپنا لے، اگر وہ اس سے مطمئن نہ ہو اور سمجھے کہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ کے ہاں سرخروئی حاصل کر سکتا ہے۔ گویا کسی نظریہ کو اختیار یا رد کرنے کے لیے کسی شخص پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں تک غور کرنے کے بعد، اب اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ آخر اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ کہ اگر کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اس سے اسے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ قرآن میں فرمایا گیا ہے: ''لقد خلقنا الانسانَ فی احسنِ تقویم'' (یعنی اللہ نے انسان کو اچھی سرشت پر پیدا کیا ہے)۔ اس احسن تقویم کی دو بنیادی خصوصیات ہیں: ''حب و محبت'' (love and amity) اور ''تخلیق و ایجاد''

(creativity)۔ جس طرح اللہ کی ذات محبت اور تخلیقی عمل کا ذریعہ ہے' اسی طرح اس نے انسان کی سرشت میں بھی اپنی ان دو خصوصیات کا ایک مقرر حصہ ودیعت کر دیا ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کی آزمائش میں پورا اترنے کے لیے اس کی مدد کی خاطر کائنات کی ہر قوت اس کے لیے مسخر کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کائنات اور انسان کی' ان کی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ' تخلیق کر کے دراصل انسان پر بھاری ذمہ داری عائد کر دی ہے۔ اس کو ایک بہت عزیم اور واضح مقصد حیات (mission) دیا ہے۔ یہ مقصد حیات اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو کر ملکی سطح پر بھی اور عالمی سطح (global level) پر بھی ایک پُرامن' عادلانہ' ترقی پذیر اور خوشحال معاشرہ قائم کرتا ہے۔ اللہ نے انسان کے اندر جو صلاحیتیں قدرتی طور پر رکھی ہیں وہ اس مشن کو پورا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اللہ کے پاس اس دنیا کو جن خطوط پر' اور جس شکل میں' ترتیب دینے کا جو نقشہ ہے اسے وہ انسان ہی کے ذریعے رُوبہ عمل لائے گا۔ جیسا کہ مذہبی اشرافیہ ہمیں بتاتی ہے' وہ خود زمین پر اتر کر اور ہر ہر قدم پر انسان کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی نہیں کرے گا۔ اس لیے اللہ نے انسان کے اندر صحیح اور غلط کو پہچاننے' محبت کی بنیاد پر انسانی بھائی چارہ کو فروغ دینے اور انسانی ضروریات کے مطابق نئی نئی ایجادات کرنے کی صلاحیتیں رکھ دی ہیں' اور ساتھ ہی اس کی راہ میں مزاحم قوتیں بھی رکھ دی ہیں تا کہ وہ جدوجہد کے ذریعے ان پر غالب آ کر کامیابی کی طرف گامزن ہو سکے۔ انسانوں میں خیر وشر اور حق و باطل کی آویزش ہی کے ذریعے دراصل انسان اپنے ارادے کو عملی جامعہ پہنائے گا۔ اس تجزیہ سے امید ہے آپ کو اُن سوالات کا جواب مل گیا ہوگا کہ اللہ پر ایمان لانے کی اہمیت کیا ہے' اور یہ کہ اس طرح ایمان لانے سے انسان کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

قرآن کی تعلیمات اور اسلام کے صحیح مفہوم کو ہمارے یہاں کی مذہبی اشرافیہ نے' جو مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے' کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔ انہوں نے اسلام میں دین اور مذہب کے باہم مختلف تصورات (divergent concepts) کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ دین' قرآن کی رو سے ''اللہ پر ایمان اور عمل صالح'' (یعنی خدمت خلق کے ذریعے معاشرے کی تعمیر) پر مبنی طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کے برعکس مذہب' قرآن اور دیگر کتب الٰہی کے ذریعے مذاہب' فرقے اور مسالک (cults) پیدا کر کے ملک کی اکثریت یعنی عوام کو نظریاتی اور ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیتا ہے' اور ملک کی حکومت اور اقتدار پر آمروں کی منشا وضرورت کے مطابق عوام کو تعلیم اور سیاسی شعور سے محروم رکھتا ہے؟؟۔ چنانچہ مذہبی اجارہ دار' خالق کائنات کی طرف سے دیے گئے دین کے صحیح تصور سے ہٹ کر دین میں تحریف کر کے مختلف مذاہب' فرقے اور مسالک بنا لیتے ہیں اور ان کے ذریعے انسانوں کو مختلف تعصبات میں مبتلا کر کے متحارب اور باہم متصادم گروہوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس لیے قرآن میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے: ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' (یعنی اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے)۔

انسانی سوسائٹی میں مذہبی اجارہ داری کی اسلام کی رو سے قطعاً گنجائش نہیں۔ اس لیے اسلام کی تاویل اور قرآن کی آیات کی تعبیر (interpretation) کا کلی حق مذہبی اشرافیہ کے طبقے کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا اختیار فی الحقیقت ہر شخص کو حاصل ہے' پھر اس بات کو بھی ہمیں پیش نظر رکھنا ہوگا کہ قرآن کے الفاظ تو اللہ کی طرف سے ہیں لیکن کسی کی طرف سے اس کی آیات کی تعبیر کو اللہ کے الفاظ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تو تعبیر کرنے والے کی رائے ہوگی۔ ہر انسان کو اللہ تک براہ راست رسائی حاصل ہے۔ اللہ تک پہنچنے اور اس سے مدد حاصل کرنے کے لیے کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔ انسان اپنے لیے قرآن کی تعبیر کرنے کا نہ صرف خود حق رکھتا ہے بلکہ ایسا کرنے کا ذمہ دار بھی ہے کیونکہ اسے اللہ کے روبرو اپنے اعمال کی جواب دہی خود کرنی ہے اور اسی پر ہر شخص کی نجات منحصر ہے۔ پھر' سچائی کا سمجھنا حقیقت میں انتہائی آسان ہے اگرچہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے۔ ہر شخص خود اپنے آپ سے سوال کر کے حقیقت کے بارے میں جان سکتا ہے۔ اس عمل میں اللہ اس کی فوری راہنمائی کرتا ہے۔ حقیقت کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کا اگر کوئی ذاتی وجوہ کی بناء پر ارادہ

نہ رکھتا ہوتو یہ اور بات ہے۔

ایسے علمائے حق کی البتہ ہر دور میں ضرورت رہے گی جو ظلم و ناانصافی اور آمریت کے خلاف جدوجہد میں شامل ہوں اور انسانی معاشرے کو عدل اور معاشی انصاف کی بنیاد پر قائم کرنے اور عوام کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی اجارہ داری اور ظلم و جبر سے نجات دلا کر غربت' بے روزگاری اور تعلیم کی کمی کو دور کرنے کے لیے صاف ستھرے اور دیانت دارانہ سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیں۔ چنانچہ سیاسی دھارے میں شامل دین اسلام کا فہم رکھنے والے دانشوروں اور عالموں کو بھی علماء کے زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ''علماء'' کے لفظ کو مذہبی رنگ نہیں دیا جانا چاہیے۔ نیز مذہبی اشرافیہ کی جماعتوں کو ''دینی جماعتیں'' کہنا صحیح نہیں۔ انہیں ''مذہبی جماعتیں'' کہنا زیادہ حقیقت کے قریب ہے۔

اب اس مقالہ میں آخری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ ایمان اور اسلام کی اوپر دی گئی تعریف کو قومی سیاست پر منطبق کریں گے تو قرآن میں آپ کو مندرجہ ذیل اہم باتوں کے بارے میں واضح راہنمائی حاصل ہوگی:

1- پاکستان میں رہنے والے تمام افراد' وہ مرد ہوں یا عورتیں' کے حقوق آپس میں برابر ہیں۔ ان حقوق میں نسل' زبان' مذہب' فرقہ اور برادری کے اعتبار سے کسی قسم کی تفریق نہیں جا سکے گی۔ چنانچہ اسلام کے اصولوں کے مطابق پاکستان میں بسنے والے تمام مذاہب سے متعلق جملہ افراد کو ایک قوم قرار دیا جانا چاہیے۔

2- ملک کے ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت قرار دیا جانا چاہیے اور کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ زور زبردستی سے یا جعل سازی سے فالتو زرعی اراضی اور شہری پلاٹوں پر قبضہ کرے اور اپنی رہائش کے لیے وسیع محلات تعمیر کرے' اور اس طرح ملک کی وسیع آبادی کو ذرائع پیداوار سے محروم کر کے ملک میں غربت و افلاس اور بے روزگاری بڑھانے کا باعث بنے۔

3- کسی ملک میں طبقاتی معاشرہ قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جانی چاہیے بلکہ ہر شخص کا معیار زندگی بلند کیا جانا چاہیے۔ ہر کسی کی 'مناسب' ضرورت سے زیادہ آمدنی کو معاشرے کی بہتری کے لیے خرچ کرنے کا قرآن میں واضح حکم موجود ہے۔

4- الیکشن جداگانہ انتخاب کی بنیاد پر نہیں بلکہ مخلوط انتخاب کی بنیاد پر کرائے جانے چاہئیں۔ لوکل باڈیز کے الیکشنوں کے لیے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے مذہبی اور فرقہ وارانہ جماعتوں کے دباؤ میں آ کر جداگانہ طریق انتخاب مقرر کر دیا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔☆ 1973ء کے آئین میں مخلوط انتخاب کا طریقہ ہی درج تھا لیکن فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے اسے بدل دیا تھا۔ اسی طرح جمعہ کی چھٹی کا مذہبی

☆ عصر حاضر میں قومیت کی تشکیل وطن یا نسل کے اشتراک سے کی جاتی ہے۔ بالخصوص وطن کے اشتراک سے۔ لیکن اسلامی (قرآنی) نظام میں قوم کی تشکیل آئیڈیالوجی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ یعنی جو لوگ اسلامی آئیڈیالوجی کو تسلیم کریں وہ ایک قوم کے افراد' اور جو اس آئیڈیالوجی پر ایمان نہ رکھیں وہ اس قوم کے دائرے سے باہر۔ هو الذی خلقکم فمنکم کافرو منکم مومن (64:2) ''خدا نے سب کو پیدا کیا۔ پھر تم میں سے ایک گروہ نے بلند انسانیت کی زندگی سے انکار کر دیا' اور دوسرے گروہ نے اسے تسلیم کرلیا'' (کافر کے معنی انکار کرنے والا اور مومن کے معنی ماننے والا)۔ اسلامی مملکت کا اساسی ضابطہ قرآن کریم ہوگا جس میں غیر مسلمانوں کو تمام بنیادی حقوق انسانیت حاصل ہونگے ان کی جان' مال' آبرو پرستشگاہیں محفوظ رہیں گی۔ مذہبی آزادی ہوگی لا اکراہ فی الدین ان سے عدل انصاف کرنے میں کوئی تفریق نہیں ہوگی۔ اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ لیکن اس یقین دہانی کے ساتھ اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جس اسلام نے اسلامی مملکت میں بسنے والے غیر مسلموں کو اس قدر تحفظات کی ضمانت دی ہے اسی اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اس مملکت میں (بلکہ ساری دنیا میں) بسنے والے مسلم اور غیر مسلم ایک قوم کے افراد نہیں ہو سکتے۔ وہ جداگانہ قوموں کے افراد ہوتے ہیں۔ اسی کو دو قومی نظریہ کہتے ہیں جس پر مطالبہ پاکستان کی بنیاد تھی اور جس بنیاد پر مملکت پاکستانیہ کی عمارت استوار ہے۔ یہ وضاحت اس لئے بھی ضروری ہے کہ تحفظ حقوق کی ضمانت سے غیر مسلم غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ قرآنی نظام حکومت میں قرآن کریم کی رو سے اقتدار مطلق تو خدا کی کتاب کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے عملی نفاذ کا فریضہ مسلم امت پر ہے۔ پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم قرآن کو تسلیم نہیں کرتے۔ لہٰذا انہیں شریک حکومت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مخلوط انتخابات کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

اور فرقہ وارانہ جماعتوں کی طرف سے مطالبہ بھی قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن کی سورت الجمعہ میں ہے: ''اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکراللہ وذروا البیع ..... فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغو من فضل اللہ واذکرو'' (یعنی جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو ۔۔۔۔۔۔ پھر صلوٰۃ ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔

5- سیاسی عمل اور الیکشن کے دوران اسلام کا نام سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے کیونکہ تمام سیاسی جماعتیں دین اسلام کو ماننے والی ہیں۔ ان میں اصل اسلام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے اسلام کی علمبرداری کی ذمہ داری کسی خاص جماعت کو نہیں دی جا سکتی۔ رہی اسلام کی تعبیر' تو یہ ایک علمی مسئلہ ہے' سیاسی مسئلہ نہیں۔ سیاست تو عوام کے مسائل کے حوالے سے انہیں حل کرنے کے لیے باہمی مشورے اور تدبیر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اگر اسلام کے حوالے سے کسی سیاسی جماعت یا قائدین کی سوچ کے زاویہ (angle of vision) سے کسی مسئلے کا کوئی دوسرا حل ہے تو وہ اسے دلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن اس دوران انہیں دوسروں کے تجویز کردہ حل اور ان کے دلائل پر بھی کھلے دل و دماغ سے غور کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

6- پاکستان بننے کے بعد ہم نے نصف صدی سے زائد کا عرصہ قرآن کی ہدایات سے بغاوت میں صرف کر دیا ہے۔ لیکن اب مزید ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہمیں اپنی سیاست کا رخ ''قرآنی اور محمدی سیاست'' کی طرف موڑنا ہوگا اور ملکی سیاست کو عوامی مفاد' معاشی خود انحصاری' ملکی ترقی اور کردار کی تعمیر کے لیے استعمال میں لانا ہوگا۔ ہمیں مصمم ارادے کے ساتھ مستقبل کی سیاست کو جوڑ توڑ' لوٹ مار' کرپشن' جھوٹ اور فریب سے نجات دلانا ہوگی' اور اسے اخلاص' دیانتداری' اعلیٰ کردار' نیک نیتی اور محنت کی بنیاد پر قائم کرنا ہوگا۔ سیاسی عمل کے دوران ہمیں اسلام کو ''مسلم اُمہ'' کی اصطلاح میں محدود کرنے کی بجائے اس کے لیے ''اہل ایمان'' (the believers) کی وسیع تر اصطلاح رائج کرنا ہوگی تاکہ ہم اس کے دائرے میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں' یہودیوں اور دوسرے مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے اچھے لوگوں کو بھی لا سکیں ☆ اور انہیں آپس میں بھی اور خود اپنے قریب بھی لا کر ان میں اتحاد و یگانگت پیدا کر سکیں اور انہیں اپنے اندر کے اہل کفر کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ کر کے دنیا میں مہذب اور ترقی پذیر معاشرے قائم کر سکیں۔ اس جدوجہد کے دوران ہمیں مختلف مذاہب اور فرقوں کے پیروکاروں کو مذہبی اور دیگر حوالوں سے دیکھنے کی بجائے ہر قسم کے تعصب سے آزاد ہو کر انسان کی حیثیت سے دیکھنا ہوگا۔ اگر ہمیں ان کے درمیان کوئی فرق کرنا ہے تو مذہب اور فرقے وغیرہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ اچھے اور برے انسانوں کی حیثیت سے۔ سیاست میں اگر ہم اس طرز کو اپنالیں تو پھر فرقہ واریت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بلکہ وہ جلد دم توڑ جائے گی۔

7- انقلابی زرعی اصلاحات کے ذریعے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا نظام ختم کر دیا جانا چاہیے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے پاکستان میں غربت' بے روزگاری اور عوام کی سیاسی غلامی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ملک کو ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔

(یہ مقالہ طلوع اسلام کے زیر اہتمام سیمینار بعنوان ''قرآن اور فرقہ واریت'' میں پڑھا گیا۔)

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(عزیز اللہ بوہیو)

قرآن اور فرقہ واریت

انسان اپنی شروعاتی زندگی میں جس ماحول اور معاشرہ میں رہائش پذیر ہوا ہے اسے قرآن حکیم نے جنت کہا ہے سورہ بقرہ کی آیت 35 میں فرمان ہے کہ **قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنت وکلا منھا رغدا حیث شئتما ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین** (2:35)- یعنی ہم نے کہا کہ اے آدم تو اور تیری اہلیہ جنت میں سکونت پذیر ہو اور اس جنت میں جہاں جی چاہے فراوانی اور کشادگی سے کھاتے پیتے پھرو البتہ اس شجر (مخصوص) کے قریب نہ جاؤ' اگر گئے تو ظالموں سے ہو جاؤ گے۔

"علماء محققین کے ہاں تو یہ بات مسلم ہے کہ آدم انسان کا اسم النوع ہے۔ اس سے مراد نوع کے جملہ افراد ہیں۔ تو انسان کا شروعاتی مسکن اور رہائشی معاشرہ جنتی معاشرہ تھا۔ اس میں کا ہر ایک فرد اپنے لئے شکار کرتا یا میوہ جات حاصل کر کے کھاتا تھا۔ وہ زمین اور علاقہ جنت کے نام سے موسوم اس لئے کیا گیا ہے کہ اس میں شخصی ملکیت کا تصور نہیں ملتا۔ نجی ملکیت' جاگیر داری اور اجارہ داری یا ذخیرہ اندوزی قسم کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ یہی وجہ ہے جس کے سبب اسے جنتی معاشرہ سے تعبیر کیا گیا ہے"۔ علماء مفسرین کی بڑی تعداد نے اس جنت کے شجر ممنوع کو گندم سے تعبیر کیا ہے ☆ اس تحقیق اور تعبیر پر اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گندم میں تادیر ذخیرہ کی شکل میں محفوظ و سلامت رہنے کی خاصیت تھی اور ہے۔ انسان کا دور اول شکار کا دور تھا جس میں ذخیرہ اندوزی کا تصور بھی نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے آج کمایا آج کھایا' کل کی بات کل پر۔ اس انداز زندگی میں اپنی محنت سے کمانا اور ذخیرہ نہ کرنا' نہ کسی کی محنت کے استحصال کی نوبت آتی تھی' نہ اس کی ضرورت پڑتی تھی ایسے معاشرے کا نام جنت ہے۔ آگے چل کر انسان نے شیطان کے بہکانے میں آکر شجر ممنوع کے استعمال پر طبع آزمائی کی اور اس میں ذخیرہ کرنے کی صلاحیت تھی جسے شیطانی قسم کے لوگوں نے ذخیرہ کیا پھر اس کا تقاضا یہ بھی بڑھا کہ گندم بونے کے لئے زیادہ زمینی رقبہ حاصل کیا جائے تو پھر آگے یہ بھی ضرورت پڑی کہ اتنے سارے رقبے کو ایک آدمی تو آباد نہیں کر سکے گا تو اس کے لئے محنت کے استحصال کی خاطر زرعی غلامی کی رسم وجود میں آئی۔ ذخیرہ اندوزی اور اپنی ضرورت سے زیادہ زمینی رقبہ پر قبضہ کرنا اور اسے آباد کرنے کے لئے زرعی غلامی حاصل کرنا ان سب چیزوں نے مل کر جاگیرداری کو جنم دیا۔ آگے چل کر جاگیرداروں کو ذخیرہ شدہ اجناس استحصال شدہ عوام میں مہنگے داموں بیچنے کی ضرورت محسوس ہوئی اس عمل نے تاجروں' دکان داروں اور سرمایہ داروں کو جنم دیا اس روئداد سے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ملی بھگت نے محنت کشوں کا وہ استحصال کیا کہ نقیب فطرت نے اس کی عکاسی ان الفاظ میں کی کہ **بدت لھما سواتھما و طفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ** یعنی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے محنت کش عوام کی وہ لوٹ

☆ ہمارے نزدیک اس مقام پر شجر سے مفہوم انسانوں کے وہ باہمی اختلافات ہیں جو انفرادی مفاد پرستی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ (طلوع اسلام)

کھسوٹ کی کہ ان کے جسم سے کپڑے بھی اتروا کر ننگا کر دیا۔ غربت اور ناداری اتنی بڑھی کہ لوگ لباس کے لئے درختوں کے پتوں سے ستر پوشی کرنے لگے۔ اس جنتی معاشرہ میں انسان نے جب ذاتی ملکیت اور محنت کے استحصال کے لئے فرد کی آزادی چھین کر غلامی کے رواج کو جنم دیا اور جنت نظیر معاشرہ جہنم میں تبدیل ہو گیا تو خالق کائنات نے انسان، مرد عورت سب سے کہا۔ **اهبطا منها جميعا بعضكم لبعض عدو** سب کے سب اس جنتی معاشرے سے نکل جاؤ تم اس کے اہل ثابت نہ ہو سکے **فاما یا تینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا یضل ولا یشقی ○ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ظنکا و نحشره یوم القیامة اعمی** (20:123-124)- یعنی اب تمہاری طرف میری ہدایت آئے گی پس جو تابعداری کرے گا میری ہدایت کی، نہ وہ گمراہ ہو گا نہ مشقتوں میں پڑے گا اور جو منہ موڑے گا میرے قانون سے تو اس کے لئے معیشت تنگ ہو جائے گی اور آخرت میں بھی وہ اندھا ہو کر اٹھے گا۔ **جنتی معاشرے سے نکالا ہوا انسان۔** مفت میں ملی ہوئی جنت گنوا بیٹھنے والا انسان جب زراعتی مشقتوں کے سماج میں جنم لیتا ہے تو اسے وہ پرانے پاپی جاگیر دار، سرمایہ دار اگلی جنت یعنی کلاس لیس سوسائٹی سے محروم کرنے کے بعد طبقاتی معاشرے کی دوزخ میں پھر سے غلام بنانے لگتے ہیں جس کو وحی کی زبان شرک سے تعبیر کرتی ہے، مشرک سوسائٹی اور مشرک سماج گردانتی ہے اور اسے مٹانے کے لئے اس کے مقابلے میں اپنے نبیوں اور رسولوں کی معرفت توحید کی تعلیم دیتی ہے۔ جس سے موحد انسان جو کسی کا غلام نہ بنے موحد معاشرہ ہو جس میں آقا اور غلام کی تفریق نہ ہو جس میں مترفین اور متکبرین نہ ہوں، جس میں جاگیر دار اور غلام نہ ہوں۔ توحید کے نظریہ کی روشنی میں ایسا موحد سماج بنے جس میں کوئی اچھوت شودر اور برہمن نہ ہو۔ ایسی توحید ایسی وحدانیت جس میں نہ کوئی بندہ رہے نہ کوئی بندہ نواز، شرک کے معنی ہیں فرقہ واریت اور طبقاتیت اور توحید کے معنی انسانوں کے درمیان مساوات اور برابری قائم کرنے والا غیر طبقاتی معاشرہ۔ شرک اور توحید کے معنی اور مفہوم جو اب بیان کئے گئے ہیں یہ ان اصطلاحوں کی تفصیلی شرح اور تفسیر پڑھنے سے بہتر طریقہ پر سمجھ میں آئیں گے جس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے شان نزول کی روایات سے ہٹ کر ہزاروں سال تاریخ کا سفر کریں مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے دور کے سماجی تضاد پر نظر ڈالیں گے تو توحید اور شرک کے معنی پر روشنی پڑے گی۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی جنگ پر نظر ڈالیں گے تو توحید کے معنی انسانوں کو غلامی سے آزاد کرنا اور شرک کے معنی جادو گری کے حیلوں سے لوگوں کو غلام بنانا اور طبقات کے دوزخ میں رہنے کے لئے راضی رکھنا سمجھ میں آئے گا۔ میں اس معنی اور تشریح کے لئے حضرت نوح علیہ السلام اور اس کے مخالفین جو اس سماج کے جاگیردار اور سرمایہ دار تھے جنہیں قرآن حکیم متکبرین مترفین وغیرہ سے تعبیر کرتا ہے کی مثال دیتا ہوں کہ سورہ ھود کی آیت ستائیس میں ہے کہ **فقال الملا الذین کفروا من قومه مانراک الا بشرا مثلنا وما نراک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الرای وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کاذبین** یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے اس دور کے اپر کلاس اور امراء لوگوں نے کہا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے تھے اور اس کے مشن اور پروگرام کے منکر بھی تھے کہ اے نوح ایک تو تو ہمارے جیسا انسان ہے اور تیرے تابعدار لوگ بھی کوئی (رئیس اور امیر قسم کے) ایسے نہیں البتہ ایسے لوگ تیرے ساتھ ہیں جو ہمارے

معاشرے کے لوئر کلاس ہیں، پنچ لوگ ہیں، سطحی قسم کے معمولی آدمی ہیں اور اس حوالے سے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت والی ترجیح نظر نہیں آتی بلکہ ان سب باتوں کے پیش نظر ہم آپ کی دعوت کو پروگرام فکر اور نظریہ کو جھوٹا تصور کرتے ہیں۔ اس پورے رکوع میں حضرت نوح اور منکرین امراء اور رئیسوں کی گفتگو ہے آیت نمبر 29 میں جواباً حضرت نوح فرماتے ہیں میرے جن ساتھیوں کو آپ پنچ اور خسیس لوگ کہہ رہے ہو میری مجال ہی نہیں کہ میں ان کو اپنے مشن اور تحریک سے نکال سکوں **انهم ملاقوا ربهم** یہ لوگ تو اپ گریڈ ہو چکے ہیں یہ تو معاشیات کے معاملہ میں سماجیات کے معاملہ میں ایکسپرٹ ہو چکے ہیں **انهم ملاقوا ربهم** ان کی تو اپنے پالنہار کی کتاب کے ذریعے تعلیمی تربیت ہو چکی ہے **ولکنی اراکم قوما تجهلون** تم ان کو جو سطحی اور عام قسم کا آدمی کہہ رہے ہو میں تو ان کے مقابلے میں آپ کو جاہل اور بدھو سمجھتا ہوں تم میرے پارٹی ورکروں کو خاک نشین اور مزدور سمجھ کر انہیں اپنے سے جدا کرنے کا کہہ رہے ہو تمہیں خبر نہیں کہ عزو جل ان کو کتنا پیار کرتا ہے میں اگر ان کو پارٹی سے نکال دوں تو **من ینصرنی من الله** اے میری قوم کے سردارو پھر مجھے اللہ کی پکڑ سے کون بچا سکے گا۔ تم لوگوں نے تو اپنے پانچ پیروں کو اللہ کا درجہ دیکر شرک کیا ہے۔ مشرکانہ معاشرہ بنا کر تم فرقہ واریت کو جنم دے رہے ہو۔ میں تمہارے پانچ پیروں، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہیں مانتا۔ میں اللہ وحدہ لا شریک کی وحدانیت اور توحیدی معاشرہ قائم کرنے کی طرف بلا رہا ہوں۔ تم میری پارٹی کے ورکروں کو رذیل اور گھٹیا قسم کے سطحی لوگ کہہ کر ان کے ساتھ بیٹھنے سے عار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ ان کے ہوتے ہوئے تم میرا ساتھ نہ دو گے جب تک میں ان کو نکال کر علیحدہ نہ کروں تو سن لو میری قوم کے امیرو اور نوابو میرے ساتھ کے مٹی پر بیٹھنے والے انقلابی ورکروں کی اپنے رب سے ملاقاتیں ہو چکی ہیں اب یہ میرے اختیار سے بھی بات اوپر ہو گئی ہے کہ رب سے ملے ہوئے اور رب تک پہنچنے ہوئے ساتھیوں کو تنظیم سے علیحدہ کر سکوں اب ان کے فائل، ان کی لسٹیں، ان کا پورٹ فولیو ہائی اتھارٹی اور سپریم اتھارٹی کے پاس ہے اگر میں نے ان کو نکالا تو مجھے بھی سزا ملے گی ایسی کہ کوئی چھڑانے والا بھی نہ ملے گا۔ تو سورت طہٰ کی آیت **فاما یا تینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا یضل ولا یشقی** (20:123)- سے ثابت ہوتا ہے کہ شروع شروع میں اولاد آدم کو پہلی جنت ارضی سے اس لئے نکالا ملا کہ اس نے یہ میری یہ تیری اور ذخیرہ اندوزی اور دولت کا ارتکاز کر کے خلق خدا کا استحصال کر کے انہیں بھوکا مارنا شروع کیا اور ننگا بنا دیا جبکہ جنت کے معنی اور مفہوم قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ **تجری من تحتها الانهار** یعنی جہاں رزق کے سرچشمے جاری و ساری رہیں گے ہر ایک کو ہر جگہ گھر گھر ان کے سامنے **تجری من تحتها الانهار**- رزق کے وسیلوں پر ذاتی ملکیت کے بند نہیں باندھے جائیں گے۔ یہ تیری یہ میری کے ٹھپے نہیں لگائے جائیں گے **رغدا حیث شئتما** بڑی فراوانی سے کشادگی سے جہاں سے چاہو کھاؤ جتنا چاہو کھاتے پیتے پھرتے رہو یہ ہے جنت کا مفہوم تو لوگو اب میرے نبی اور رسول آپ کے پاس آکر توحید کی تعلیم دیں گے۔ جس میں کسی فرقہ واریت کی گنجائش نہ ہو گی جس میں کوئی آقا اور غلام نہ ہو گا یعنی میرے انبیاء تمہیں دنیا کو جنت بنانا سکھائیں گے جس میں انسانی مساوات کا معاشرہ اور فرقہ واریت سے پاک سوسائٹی قائم کرنے کی تعلیم دیں گے اگر تم ان کے اتباع میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اخروی جنت کے مستحق قرار پاؤ گے اور اخروی جنت کے

معاشرے میں رہنے کے لائق بن سکو گے اگر تم ایسا نہ کر سکے تم نے چوری ڈکیتی لوٹ کھسوٹ سے استحصالی معاشرہ بنایا اور طبقاتی جہنم کی طرح اپر کلاس لوئر کلاس میں لوگوں کو بانٹا اور **ان ھی الاسماء سمیتموھا انتم و آباء کم** کے مطابق تم معاشرے کو فرقوں میں بانٹنے کے مرتکب ہوئے تو یاد رکھو۔ **فان لہ معیشت ضنکا و نحشرہ یوم القیامہ اعمی** کا سا تم سے سلوک ہو گا۔

سورہ آل عمران کی آیت 79 اور 80 پر غور کریں فرمان ہے کہ **ماکان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون ○ ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبین اربابا ایامر کم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون**۔ یعنی کسی انسان کی کیا مجال چاہے وہ اللہ کی طرف سے صاحب کتاب نبی اور رسول ہو خواہ حکمران ہو اور وہ ان مرتبوں اور عہدوں پر فائز ہونے کے دم سے لوگوں کو کہے کہ تم میرے عبادت گزار بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر (یہ ہرگز درست نہ ہو گا)۔ بلکہ وہ یہ تعلیم دیں گے کہ جس کتاب الٰہی کو تم نے پڑھا اور سیکھا ہے اس کی تعلیم کی روشنی میں تم ربانی بن جاؤ' رب والے بن جاؤ' پالنہار والے بن جاؤ جو کائنات کے پالنے والے کا ہو جائے گا اس کا نمائندہ ہو جائے گا تو اس کا تو ہمیشہ یہی ذہن ہو گا اور یہی سوچ ہو گی بلکہ اس پر یہ فرض ہو گا کہ جس کا وہ نمائندہ ہے اس کی نمائندگی کی تقاضہ یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ خبر گیری کرے جانچ پڑتال کرے کہ اس کی حدود عہدہ داری میں نظام ربوبیت میں' نظام پرورش میں کہیں کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی کوئی بھوکا تو نہیں رہ گیا' کوئی ننگا تو نہیں رہ گیا' کوئی گرمی یا سردی میں مبتلا تو نہیں رہ گیا' کوئی مریض علاج سے محروم تو نہیں رہ گیا یہ ہے ترجمہ اور مفہوم آیت کریمہ کے الفاظ **ولکن کونوا ربا نیین** کا اور ان داتا بن جاؤ۔ **یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ** یعنی اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینے والے بن جاؤ خواہ تم خود بھی حاجت مند کیوں نہ ہو تو یہ ہے ترجمہ **ولکن کونوا ربانیین** کا یہ مقام ان لوگوں کو ملتا ہے جن کے لئے قرآن فرماتا ہے حضرت نوح فرماتا ہے **انھم ملاقوا ربھم** یعنی ان محنت کشوں کی ملاقات تو ان کے اپنے رب سے ہو چکی ہے اور یہ ملاقات تعبیر ہے وحی کی تعلیم پر ایمان کی اور اس سے لگاؤ کی اصل میں۔ فرقہ واریت انسانوں کو آقا اور غلام کے طبقوں میں بانٹنے کا نام ہے جو پیداوار ہے شرک کی جو ثمرہ اور نتیجہ ہے شرک کا۔ توحید کے مقابلے میں شرک کی جتنی بھی اقسام ہیں ان میں غیر اللہ کی پوجا کے علاوہ **وجدنا علیہ آبائنا** یعنی اپنے باپ دادوں کے جتنے بھی راستے ہیں وہ لوگوں کو ذہنی غلامی اور جسمانی غلامی کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کی بڑی تفصیل ہے انسانی رہنمائی کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ قائم کیا گیا تھا اور وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد الرسول اللہ پر ختم کیا گیا اس ختم نبوت کا مفہوم اور معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم ہدایت کا انٹر نیشنل منشور بنا کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تعلیم اگلے سارے انبیاء کی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ ان کی صدائے بازگشت ہے۔ قرآن حکیم انبیاء علیہم السلام کی کتابوں اور صحیفوں کا **مھیمن** ہے یعنی کسوٹی ہے اب ختم نبوت اور قرآن کے خاتم الکتب ہونے کے معنی یہ ہوئے کہ فرقہ واریت بند۔ اب وحی کے علم اور قرآنی ہدایت کی روشنی میں انسانی وحدت کا منشور تمہیں دیا گیا ہے۔ اب ابراہیمی دین' عیسوی شریعت' موسوی پروگرام بلکہ جملہ انبیاء کرام کی تحریک اور مشن کے تم علمبردار ہو' نقیب ہو۔ قرآن ذکر للعالمین کتاب

ہے۔ ھدی للناس کتاب ہے۔ اسے لانے والا رسول بھی یونیورسل ہے جو **یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا** کے اعلان کے ساتھ پوری کائنات کی طرف آیا ہے اس کا ہیڈ کوارٹر اور سیاسی مرکز بھی نوع انسانی کے لئے مرجع الخلائق اور امن کی ضمانت دینے والا قرار دیا گیا۔ قرآن نے کعبتہ اللہ کو **و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا** کا لقب اور اعزاز عطا کیا۔ ختم نبوت سے دنیا میں فرقہ واریت اس طرح ختم ہو گی کہ قرآن حکیم نے **وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمت و علمک مالم تکن تعلم** (4:113)۔ سے علم اور سائنس کی رہنمائی سے توحیدی معاشرہ قائم کرنے اور سائنسی تخلیقات سے خانقاہی پیروں اور پنڈتوں کی جھوٹی کرامات سے جان چھڑانے کے گر سکھائے ہیں جو تمہیں چکروں میں ڈال کر غلام بناتے ہیں۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون** (16:44)۔ یعنی اے پیغمبر ہم نے تیری طرف نازل کیا قرآن کو تاکہ تو کھول کھول کر لوگوں کو سمجھائے تاکہ وہ اس پر غور و فکر کریں یعنی قرآن پر غور و فکر کرنے سے لوگوں کو روشنی ملے گی اب اس سے سمجھنا چاہئے کہ جو کتاب حکمت اور سائنس کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دیتی ہے' جو کتاب عقل و فکر کے ذریعے غور کرنے کی اپیل کرتی ہے قرآن مسلمانوں اور غیر مسلم اہل علم اور دانشوروں کے لئے بھی شاہدی دیتا ہے کہ وہ قرآنی حقائق پر ایمان لاتے ہیں حوالہ کے لئے پڑھیں۔ **لکن الراسخون فی العلم منھم والمومنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** (4:162)۔ سورت فاطر کی آیت نمبر 28 میں **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** میں رب تعالٰی نے سائنس دانوں کی تعریف کی ہے' مومن کی شان میں رب پاک فرماتے ہیں کہ **والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما و عمیانا** (25:73)۔ یعنی صحیح مومن وہ ہے جو اپنے پالنہار کی آیات بھی سوچ سمجھ کر قبول کرتے ہیں ان پر بھی اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے اور رب پاک اپنے پیغمبر سے اعلان کراتے ہیں کہ **قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی** (12:108)۔ یعنی کہہ دو کہ میرا جو راستہ ہے جس پر اللہ کی طرف میں بلاتا ہوں وہ بصیرت والا راستہ ہے عقل مندی والا راستہ ہے نہ صرف یہ کہ اس بصیرت اور عقل مندی پر مبنی میری دعوت ہے لیکن جو میرا تابعدار ہو گا وہ بھی عقل اور بصیرت کی بات کرے گا۔ یعنی جو شخص یہ کہے گا کہ غور و فکر' عقل و بصیرت اور سائنس و حکمت کی بات نہ کرو اور آنکھیں بند کر کے بلا چون و چرا پیچھے پیچھے آؤ تو سمجھ لو کہ وہ میرا تابعدار نہیں۔ قرآن نے سکھایا ہے کہ علم و عقل' غور و فکر' سائنس اور دانائی بصیرت اور حکمت سے زندگی گزار کر آزادی سے رہو۔ غلامی سے بچو اپنے آباء اجداد کی اندھی تقلید کر کے غلامانہ زندگی سے بچو یہ معنی مفہوم ہے ختم نبوت کا اور فرقہ وارنہ معاشرے سے بچنے کا' فرقہ واریت سے جس قوم کو بچنا ہے جس معاشرہ کو بچنا ہے وہ اللہ کی رسی تھامے رکھے یعنی قرآن کی تابعداری کرے گا تو فرقہ بندی سے بچ جائے گا ارشاد ہے کہ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا** (3:103)۔ قرآن ملنے کے بعد کسی کے خیالات اور نظریات کی تابعداری کرنے کی اجازت نہیں **کذالک انزلنہ حکما عربیا ولئن اتبعت اھوائھم بعد ماجاء ک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا واق** (13:37)۔ گمراہی اور فرقہ واری سے اس وقت بچ سکتے ہو جب **اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء** (7:3)۔

یعنی تابعداری کرو اس چیز کی جو تمہاری طرف نازل کی

گئی ہے نہ تابع بنو اس کے سوا کسی اور کے۔ اور اگر فرقہ بندی سے بچنا ہے تو **فذکر بالقرآن من یخاف و عید** (50:45)۔ یعنی لوگوں کو نصیحت کرو وعظ کرو قرآن سے سمجھاؤ اگر وہ کسی وارننگ سے ڈرنا چاہیں تو یہ قرآن وہ خاتم الکتب کتاب ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ کو بتاتا ہے کہ **ماکان لنبی ان یکون لہ اسری** (8:67)۔ یعنی اے پیغمبر آج سے ہم غلامی کا راستہ بند کیئے دیتے ہیں یعنی جنگوں اور لڑائیوں میں کسی کو قیدی بنا کر رکھنے کی آج سے دنیا والوں پر بندش لاگو کی جاتی ہے۔ جنگوں میں پکڑے جانے والے لوگوں کے لئے آج کے بعد تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ **فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا** (47:4)۔ یعنی بطور احسان آزاد کر دو یا فدیہ لے کر آزاد کرو بہرحال چھوڑ دینا ہے غلام بنا کر رکھنا نہیں۔ آج کا دور **واذا النفوس زوجت** یعنی گلوبل ولیج اور گلوبل ہوم کا دور ہے۔ اس دور میں آپیشاہی نہیں چلے گی آج وہ مذہب' وہ دھرم' وہ نظریہ اور منشور چلے گا جو انسان کی ذات کو امن و سکون و سلامتی دے گا بغیر کسی فرق قوم کے' بغیر کسی فرق وطن' ملک' زبان اور مذہب کے جس طرح قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ **واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض**۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MATRIMONIAL

We are looking for a life partner for our daughter. She is 25, British born, M.S.C Computer Engineering, Working as Senior Computer Consultant in UK. The desirous should be a young man, not over 27, and equally qualified.

Please contact if out of Pakistan:

Mr. M.M. Farhat, 76 Park Rd., ILford Essex, IGI ISF, England.

Email:maqbool.farhat@virgin.net

and if in Pakistan.

Mr. M.M.Farhat C/o Idara Tolu-e-Islam,25-B, Gulberg 2, Lahore

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالرحمٰن ارائیں، کویت)

قرآن اور فرقہ واریت

میرے عزیز بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ'

فرقہ واریت نوع انسان کا دیرینہ مسئلہ ہے۔ انسانی شعور نے جب سے آنکھ کھولی ہے اس نے اپنے اردگرد تفرقہ دیکھا ہے۔ کہیں نسلوں کا اختلاف ہے تو کہیں قومیتوں کا۔ اس سے آگے بڑھئے تو ایک ہی ملک کے اندر ذاتوں اور برادریوں کے اختلاف ہیں۔ پھر صوبائی اختلاف اور ان سب اختلافات سے بڑھ کر اور سب سے گہرا مذہبی فرقہ بندی کا اختلاف۔ ان کے علاوہ سیاسی اختلافات اور کاروباری اختلافات کی تو کوئی انتہاء ہی نہیں۔ یہ اختلافات اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ انسان انہیں زندگی کا جزو لاینفک سمجھتا ہے اور انہیں مٹانے کی بجائے ان سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ اختلافات کسی صورت میں مٹ سکتے ہیں' لیکن قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ اختلافات ازلی نہیں بلکہ انسان کے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ یہ اختلافات انسان کی تنگ نظری اور انانیت نے پیدا کئے ہیں۔ کیونکہ انسان فطرتاً" بڑا خود غرض اور تنگ نظر واقع ہوا ہے۔ اسے ایثار' خلوص اور کشاد کی راہیں دکھانے کے لئے وحی کی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس کے سامنے وحی کی راہنمائی نہ ہو تو یہ فرقہ واریت سمیت گوناگوں مسائل و مصائب کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق شروع شروع میں تمام انسان امت واحدہ کے افراد تھے (2:213)- یہ سب احکام خداوندی کی پیروی کرتے تھے اور ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اختلافات اس وقت پیدا ہوئے جب ان میں سے بعض نے حکم خداوندی سے سرکشی اختیار کی۔ یہ شیطانی روش تھی اور اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا کہ اس روش سے باز رہنا (2:35)- ورنہ تم سے جنتی زندگی چھین لی جائے گی اور تم باہمی اختلافات کا شکار ہو کر زمین میں فساد و خونریزی برپا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کا قول سچ ثابت ہوا اور آج پورا کرۂ ارض فساد و خونریزی کی لپیٹ میں ہے (30:41)-

برادران عزیز! فرقہ واریت خواہ سیاسی ہو یا مذہبی ہر لحاظ سے خطرناک اور مذموم فعل ہے۔ یہ قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ کسی قوم کا فرقوں میں بٹ جانا عذاب خداوندی سے کم نہیں ہوتا (6:65)- خدا نے رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے توڑنے کا نہیں (13:20-21)- جو لوگ ان رشتوں کو توڑتے ہیں وہ میثاق خداوندی کی روگردانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور قرآن انہیں فاسق قرار دیتا ہے (3:81)- ان کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ معاشرتی انتشار انسان کی اپنی ذات میں بھی انتشار کا موجب ہوتا ہے اور جب انسان کی شخصیت منتشر ہو کر کمزور ہو جائے تو اس کا انجام ذلت و رسوائی ہوتا ہے (80:40-42)- قرآن کریم نے فرقہ واریت کو شرک قرار دیا ہے (30:31)- اور مشرک انسان اپنے مقام بلند سے گر کر اس طرح غیر محفوظ اور بے ثبات ہو جاتا ہے جس طرح کہ ایک چڑیا کا بچہ اپنے گھونسلے سے زمین پر گر کر

یا خشک پتہ جسے ہوا ادھر سے ادھر اڑاتی پھرتی ہے (22:31)۔ قرآن کریم نے فرقہ واریت کی شدید مخالفت کی ہے اور مسلمانوں کو قدم قدم پر اس سے بچنے کی تاکید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ فساد ہے (2:27)۔ انسانوں کو اس فساد سے روکنا ضروری ہے ورنہ قوم ہلاک ہو جاتی ہے (11:166)۔ فساد کو روکنے کے لئے سزائے موت تک دی جا سکتی ہے (5:32)۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اس قدر تاکید اور اتنی تنبیہات کے باوجود جو انسان دین میں فرقے پیدا کرے' آپؐ کا ان سے کوئی تعلق نہیں (6:160)۔

برادران عزیز! باقی انسانیت کو تو فی الحال چھوڑیئے' جب ہم اس رسولؐ کی اپنی امت کو دیکھتے ہیں تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں' کہ کیا یہ وہی امت واحدہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا؟ جن کے باہمی اتفاق' یک جہتی اور باہم پیوستگی کا یہ عالم تھا کہ قرآن کریم نے انہیں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار قرار دیا تھا (61:4)۔ جو کفار کے مقابلے میں چٹان کی طرح سخت اور آپس میں بریشم کی طرح نرم اور رحمت کوش تھے (48:29)۔ یہ تھی وہ امت جسے نبی اکرمؐ نے چھوڑا تھا۔ آج اس امت واحدہ کی کیا صورت ہے؟ تعداد کے لحاظ سے دیکھئے تو آسمان کے تاروں کی طرح ان گنت اور دنیا کے نقشے پر نگاہ ڈالئے تو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دے گا۔ لیکن اختلافات کو دیکھئے تو کسی ایک چھت کے نیچے بھی دو افراد یک نگاہ و یک زباں نہیں ملیں گے۔ یقیناً آسمان کی آنکھ نے ایسا انقلاب کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ یہ اختلافات کیسے رونما ہوئے اور امت واحدہ اس قدر تاکیدات کے باوجود اتنے ٹکڑوں میں کیسے بٹ گئی؟ یہ ایک جگر پاش داستاں ہے۔ جسے دہرانے کی ضرورت نہیں' ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس کے بعد پھر سے وہی وحدت پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح؟

ہم جانتے ہیں کہ انسان جب خدا کی صراط مستقیم کو چھوڑ کر الگ راہیں اختیار کرتا ہے تو تفرقہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ (6:153) قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام نوع انسان کے اختلافات مٹانے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کے نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اختلافی امور کو واضح کر کے دودھ اور پانی کو الگ الگ کر کے بتا دے (16:64)۔ دراصل یہ کتاب عظیم نوع انسان کے لئے ایک سیاسی' معاشرتی اور معاشی نظام پیش کرتی ہے۔ اس نظام میں اتنی لچک ہے کہ حالات کے مطابق عوام الناس کی اکثریت کی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت اس میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ انقلاب کی بجائے ارتقاء کا راستہ اختیار کرنے کا درس دیتی ہے۔ اس کے مطابق انسانی عقل و شعور جیسے جیسے ترقی کرے گا اختلافات خود بخود مٹتے چلے جائیں گے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ جن پر خدا کی رحمت ہوتی ہے وہ اختلافات پیدا نہیں ہونے دیتے (11:118)۔ اور خدا کی رحمت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اس کی کتاب کو اپنا حاکم مانتے ہیں اور اپنے ہر اختلافی مسئلے کا فیصلہ اس سے لیتے ہیں۔ بظاہر تو ہر مسلمان یہی کہے گا کہ اس کا قرآن پر ایمان ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ ایمان ہمارے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا ہوتا۔ انسانوں کی اکثریت مومن ہوتے ہوئے بھی مشرک کی مشرک رہتی ہے (12:106)۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم خدا کو حاکم اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے ایک حکم کی بھی تعمیل نہیں کرتے۔ ہم خدا کو ساری کائنات کا مالک سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود زمین کے چپے چپے پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمیں تمام نعمتیں خدا نے دی ہیں لیکن اس کے باوجود ایک نعمت بھی ایسی نہیں جسے فی سبیل اللہ کھلا رکھ چھوڑا ہو۔ ایسے ایمان کو

کیا کہا جا سکتا ہے؟ اور ایسے ایمان کا خدا سے کیا تعلق؟

برادران عزیز! قرآن کریم ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس میں انسان اپنے تمام اختلافات مٹا کر ایک برادری بن جائیں اور اس برادری کی وجہ جامعیت ایمان ہو۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک بھائی خود تنگی میں گزارہ کر لیتا ہے لیکن اپنے بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے (59:9)- ان کے باہمی تعلقات محبت و شفقت پر قائم ہوتے ہیں (48:29)- یہ کبھی ایک دوسرے کو ایذاء نہیں پہنچاتے (33:58)- یہ ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور بانہوں میں بانہیں ڈال کر حوادث زمانہ کا مقابلہ کرتے ہیں (3:199)- یہ ہمیشہ اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں اور باہمی اختلافات پیدا ہونے نہیں دیتے (17:53)- یعنی تفرقہ کی جگہ جمعیت' عداوت کی جگہ الفت' انفرادیت کی جگہ اجتماعیت اور رسمی تعلقات کی بجائے اخوت۔ یہ ہیں اس برادری کی نمایاں خصوصیات! یہ خصوصیات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب ایمان دل کی گہرائیوں میں اتر کر قلب و نگاہ میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے اور یہ نتیجہ ہوتا ہے اپنے آپ کو کتاب اللہ کے ساتھ متمسک رکھنے کا۔

آج وطن عزیز جس طرح فرقہ واریت کی شدید لپیٹ میں آچکا ہے اس پر ہر قلب سلیم متفکر اور پریشان ہے۔ لوگ بالکل بے حس ہو چکے ہیں اور ان میں مروت نام کی کوئی شے باقی نہیں رہی۔ ذرا ذرا سے اختلاف پر دنگا فساد اور خون خرابہ ہو جاتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ قوم میں قوت برداشت ختم ہو گئی ہے اور اس کے اعصاب مفلوج ہو چکے ہیں۔ لوگ اس جہنم سے نکلنا چاہتے ہیں لیکن کوئی راہ بھی دکھائی نہیں دیتی۔ فرقہ واریت کا زہر جسد قومی کی رگ رگ میں سرایت کر چکا ہے۔ اس نے ایک ایسے کینسر کی شکل اختیار کر لی ہے جس کا ماسوائے سمجھوتے کے کوئی علاج نہیں۔ قوم کے نبض شناسوں نے اسے لا علاج قرار دے دیا ہے۔ اب فرقے مٹاؤ کی بجائے "فرقہ وارانہ ہم آہنگی" کے درس دیئے جاتے ہیں۔ یعنی اس مریض قوم کے جو گنے چنے دن باقی ہے وہ اس لعنت کے ساتھ ہی گزارنے پڑیں گے۔ اس سے بڑھ کر مایوسی اور افسردہ خاطری کی کیفیت اور کیا ہو سکتی ہے؟

لیکن قرآن کے پیروکاروں کے لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ کتاب عظیم اب بھی صورت حال کو سنبھال سکتی ہی۔ طلوع اسلام شروع سے دہراتا چلا آرہا ہے اور آج بھی ہم کھلے الفاظ میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ فرقہ واریت کا سدباب صرف قرآن کر سکتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ جو قوم بھی اسے اپنا رہبر و راہنما بنائے گی اس میں اختلافات پیدا نہیں ہونگے (3:102)- اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یہ تمہارے دلوں میں تفرقہ کی بجائے الفت ڈال دے گا۔ یہ خدا کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے تمہیں قرآن جیسا واضح اور روشن ضابطہ حیات عطا کیا۔ اس کے ملنے پر جشن مسرت مناؤ (10:57-58)- اور دیکھنا کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے ایسی واضح ہدایت ملنے کے باوجود باہمی تفرقہ اور اختلافات پیدا کر لئے۔ یہ کفر کی روش ہے اور اس سے ماسوائے روسیاہی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا (3:104-106)-

حکومت پاکستان کو اس طرف سنجیدگی سے توجہ دینی چاہئے۔ فرقہ واریت نہ تو علماء ختم کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ "فرقہ وارانہ ہم آہنگی" کے اصول سے حل ہو گا۔ یہ مسئلہ قرآن کے اصولوں کی پیروی سے حل ہو گا اور وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

1- قرآن کریم کو اختلافی امور میں فائنل اتھارٹی تسلیم کیا جائے (42:10)-

2- اس اتھارٹی کے فیصلوں کو حکومت خود نافذ کرے (6:59,65)-

3- اور جملہ امور باہمی مشاورت سے طے کئے جائیں (22:41)-

ان بنیادی اصولوں کے علاوہ چند ایک اور امور بھی توجہ طلب ہیں- کیونکہ یہ بھی فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکاتے ہیں اور ان کا سدباب ضروری ہے- مثلاً دولت کی غیر مساوی تقسیم (43:33)- جس معاشرے میں امیر اور غریب کے درمیان شرمناک حد تک بعد پیدا ہو جائے اسے متحد رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے- حکومت کو ایسی پالیسیاں وضع کرنی چاہئیں جن سے امیر و غریب کے درمیان فاصلے کم ہوتے چلے جائیں- اسی طرح مدارج کا تعین جوہر ذاتی (Merit) کی بنا پر ہونا چاہئے- کیونکہ میرٹ کا تقدس پامال کرنے سے دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے جو بالاخر فرقہ واریت کا سبب بنتی ہے- اس کے علاوہ جبر و اکراہ کا رویہ بھی ترک کر دینا چاہئے- دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں (2:256)- ہر انسان کو اختیار و ارادہ کی آزادی ہونی چاہئے- اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان اختیار و ارادہ کو بروئے کار لا کر خود اختلافات دور کرے (11:118-119)- فرقہ واریت کی ایک بڑی وجہ باہمی ضد اور تعصب بھی ہے- انسان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ غالب ہوتا ہے- یہ جذبہ جب منفی شکل اختیار کرتا ہے تو لوگ گروہوں اور فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے پر چڑھائی شروع کر دیتے ہیں- لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اسباب و ذرائع پیدا کرے کہ لوگ اپنے جذبہ مسابقت کی مثبت اور تعمیری انداز میں تسکین کر سکیں-

یاد رہے کہ فرقہ واریت کو صرف حکومت ختم کر سکتی ہے یہ ملاؤں اور مولویوں کے بس کی بات نہیں- دراصل قرآن کریم تو نازل ہی اہل اقتدار کی راہنمائی کے لئے ہوا ہے (4:59)- "علماء" تو خواہ مخواہ اس کے وارث بن بیٹھے ہیں- اس میں قوموں کے عروج و زوال کے اصول اور معاشی خوشحالی اور امن و سلامتی کا منشور دیا گیا ہے- اس میں بتایا گیا ہے کہ مشکلات و مصائب کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اور قوم کی اصلاح کی خاطر کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ ان امور سے مذہب پرست طبقے کا کیا تعلق؟ اس میں ان کی دلچسپی کا کوئی سامان نہیں- یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے لپیٹ کر جز دانوں میں رکھ دیا ہے اور یہ اس وقت کھولتے ہیں جب اپنے نظریئے یا مسلک کی تائید میں کوئی دلیل درکار ہوتی ہے- اگر حکومت فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے انہی پر انحصار کرتی رہی تو پھر فرقے کبھی نہیں مٹ سکیں گے- فرقے مٹانے کی صرف ایک ترکیب ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت خود آگے بڑھ کر قرآن کریم کی شمع اٹھا لے اور پھر اپنے فیصلوں کو پوری جرات اور استقامت کے ساتھ نافذ کرے-

میری ان گزارشات کو سننے کا بہت بہت شکریہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جبب تک سربراہ مملکت پر وہی کچھ نہ گزرے جو رعایا پر گزرتی ہے
اسے ان کی تکالیف کا احساس کیسے ہوسکتا ہے۔ (حضرت عمرؓ)

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi)

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.
OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 43671, 539071-73
FACTORY 550171

اپیل

یہ امر باعث تاسف ہے کہ تحریک طلوع اسلام کا اولیں گہوارہ کراچی شہر گزشتہ باون برسوں سے بزم طلوع اسلام کے مستقل آفس سے محروم ہے۔ آئے دن کی نقل مکانیوں کے باعث نہ صرف اراکین کی توانائیاں مایوسی کا شکار ہو کر گرم جوشی کے عنصر سے محروم ہو جاتی ہیں بلکہ بعض احباب مزید ساتھ چلنے کی بجائے گوشہ گمنامی میں چلے جاتے ہیں۔ یوں تو کراچی شہر کروڑوں نفوس پر مشتمل ہے مگر تخلیق پاکستان کے بعد اہل سیاست اور سرمایہ دار طبقات نے ''مذہب'' کو اس قدر طاقتور بنا دیا ہے کہ تحریک طلوع اسلام کو چوکھی دشواریوں کا سامنا ہے۔ بزم کراچی سال ہا سال کے تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کرایہ پر حاصل کردہ جگہ پر چند مہینوں سے زیادہ دیر تک پرسکون ماحول میں درس قرآن منعقد نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا امالکانہ حقوق ہی مستقل بنیاد فراہم کرتے ہیں کہ پراپرٹی ادارہ کے نام پر خریدی جائے۔ تحریک طلوع اسلام کو بزم کراچی کے لئے ایک مستقل آفس کی اشد ضرورت ہے اس کے لئے گرانقدر عطیات درکار ہیں۔ دین اسلام کی سربلندی اور قرآنی معاشرہ کی تشکیل کے خواہاں معزز خواتین و حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اپنے گرانقدر عطیات دے کر اس عظیم کار خیر میں حصہ ڈالیں۔ عطیات اکاؤنٹ نمبر **3082-7** (کراچی بلڈنگ پراجیکٹ) نیشنل بینک آف پاکستان' مین مارکیٹ برانچ' گلبرگ 2 لاہور میں بذریعہ چیک' پے آرڈر یا کیش بھجوا سکتے ہیں۔ تحریک کو گیارہ لاکھ روپے درکار ہوں گے تاکہ بزم طلوع اسلام کراچی صدر کے لئے 720 مربع فٹ کا ہال (1300 روپے فی مربع فٹ) جو شاہراہ فیصل پر واقع پارک ایونیو کی عمارت میں ہے مستقل آفس قائم ہو سکے۔ واضح رہے یہ بلڈنگ ادارہ طلوع اسلام لاہور کی ملکیت ہوگی۔ براہ کرم کراچی بزم آفس فنڈ کے لئے بھیجی جانے والی رقم کی اطلاع ادارہ کو ضرور ارسال فرمائیں۔ شکریہ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(محمد سلیم اختر)

روداد

45واں سالانہ قرآنی کنونشن

(منعقدہ 4‘5‘6 نومبر 2000ء)

گم کردہ راہ کاروان ملت کو نشان منزل دکھانے کی آرزوئیں رکھنے والے درد مند پیکران مہر و وفا‘ فضا کی ہنگامہ خیزیوں سے بے نیاز اور مادی مفادات کی جاذبیتوں سے کنارہ کش‘ ہر سال طلوع اسلام کنونشن میں‘ اس مقصد کو دل میں لے کر جمع ہوتے ہیں کہ یہ خطہ پاک قرآن کے نظام ربوبیت کی آماجگاہ بن جائے اور اس طرح زمین اپنے نشوونما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے۔ امسال یہ اجتماع احباب کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں واقع قرآنک ریسرچ سنٹر کی وسیع و عریض عمارت میں انعقاد پذیر ہوا۔

چمن میں رقص کرتے جب ترے آشفتہ سر آئے
گلوں کا ذکر کیا کانٹوں کے چہرے بھی نکھر آئے

3 اپریل کی صبح کو طلوع آفتاب کے فوراً بعد کنونشن ہاؤس میں احباب کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا‘ دور دراز کی بزموں کے نمائندے مختلف ٹرینوں اور بسوں سے سارا دن لاہور پہنچتے رہے‘ لاہور پہنچ کر جوہر ٹاؤن کے دور افتادہ علاقہ میں کنونشن ہاؤس کو تلاش کرنا پہاڑوں سے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا‘ یہ کٹھن مرحلہ بھی کسی نہ کسی طرح طے ہوتا رہا۔ تلاش منزل لیلیٰ میں تھکے ماندے قیس در مقصود پر پہنچ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ آتے اور کنونشن ہاؤس کی آغوش خیر مقدم کہتے ہوئے انہیں اپنے دامن میں سمٹا لیتی‘ مختلف کمروں میں قالینوں کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا‘ احباب ایک دوسرے سے جب ملتے تو زبان حال سے کہتے کہ۔

میں جب بھی تجھ سے ملا جیسے پہلی بار ملا
بڑا سرور ملاقات گاہ گاہ میں ہے

معزز مندوبین کنونشن کی میزبانی اور کھانا تیار کرانے اور پیش کرنے کی تمام تر ذمہ داری بزم لاہور کے کاندھوں پر تھی۔ نمائندہ بزم طلوع اسلام لاہور محمد اشرف ظفر صاحب نے (جو کہ اخلاص اور ایثار کا پیکر مجسم ہیں)‘ خالد فاروقی صاحب‘ اکرم راٹھور صاحب اور اعجاز صاحب کی معیت میں نہایت خوش اسلوبی اور حسن و خوبی سے اپنے فرائض ادا کئے۔ بزم طلوع اسلام

بورے والا کے احباب ایک دن قبل لاہور پہنچ گئے تھے تاکہ بزم طلوع اسلام لاہور کی مدد کر سکیں۔ بعد ازاں بزم سوات اور دیگر بزموں کے احباب بھی اشرف ظفر صاحب کے دست و بازو بن گئے۔

پہلا اجلاس

4 نومبر کی شام کو بزموں کا پہلا اجلاس ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر صلاح الدین اکبر صاحب نے فرمائی اور نظامت کے فرائض محترمہ تابندہ قمراور محترم اقبال ادریس نے سرانجام دیے۔ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ اکرم راٹھور صاحب نے اپنی مترنم آواز میں چند آیات کی تلاوت کی اور ان کا مفہوم بیان کیا۔ اقبال ادریس صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ روایت تو یہ رہی ہے کہ اس اجلاس میں نمائندگان باہم متعارف ہوتے تھے اور اپنے تجربات و تاثرات میں ایک دوسرے کو شریک کرتے تھے۔ لیکن امسال ایک منتخب موضوع یعنی تحریک طلوع اسلام ماضی' حال اور مستقبل پر سب احباب گفتگو فرمائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ طلوع اسلام کی شمع آج سے نصف صدی قبل باباجی مرحوم کے ہاتھوں روشن ہوئی۔ اس دوران اس کی نور پاشیوں اور ضیا افشانیوں میں کمی نہیں آئی۔ اس دوران اس ننھے سے چراغ پر تیرگیوں کے طوفان امنڈ امنڈ کر حملہ آوز ہوتے اور اپنی موت آپ مرتے رہے لیکن اس کے باوجود اندھیرا ہے کہ چھٹنے کا نام نہیں لیتا اور تیرگی کے دل بادل تہہ در تہہ نامختتم محسوس ہوتے ہیں۔ یاس وقنوطیت شیوۂ مومن نہیں مگر بیتابئ تمنا کا کیا کیجئے اور نگار سحر کے چہرۂ شاداب کو دیکھنے کی تڑپ کا کیا علاج! شب تیرہ کی طوالت یا شب گزیدگی ء سحر کا باعث ہمارے سعی و عمل کی خامی تو نہیں جنت گم گشتہ کی یافت میں تاخیر کا باعث ہماری ست گامی تو نہیں۔ آیئے دیکھیں کہ لمحہ موجود میں ہماری کیا حالت ہے۔ اگر یہ صورت حال قرآن کے عطاکردہ معیار کے مطابق نہیں ہے تو ہمیں غور کرنا ہو گا اور پیچھے مڑ کر دیکھنا ہو گا کہ ماضی میں ہم سے کیا فروگذاشت ہوئی۔ جب غلطی کا علم ہو جائے تو اس کا علاج آسان ہو جاتا ہے۔ مرد مومن غلط راستہ چھوڑ صحیح راستہ اختیار کر لیتا ہے اور اس کا مستقبل شادابیوں اور خوش گواریوں سے معمور ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد چیئرمین ادارہ طلوع اسلام محترم ایاز حسین انصاری نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ (یہ خطبہ طلوع اسلام کے زیر نظر شمارے میں من و عن شامل اشاعت ہے)۔

بعد ازاں بزم ہائے طلوع اسلام کے نمائندگان کو حروف تہجی کی ترتیب سے بلانا شروع کیا گیا۔ بزم ایبٹ آباد کے نمائندہ کی غیر موجودگی کے باعث سب سے پہلے بزم طلوع اسلام بورے والا کے نمائندہ اسلم نوید صاحب کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی انہوں نے علامہ اقبال کے اس شعر سے سخن آغاز کیا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

انہوں نے کہا کہ تحریک کا ماضی اور حال ہم سب کی نگاہوں میں ہے۔ مستقبل ہماری خواہشات کا محتاج نہیں بلکہ ہمارے اعمال کے نتائج سے مرتب ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خوش آئند ہے کہ ذرائع ابلاغ میں طلوع اسلام کی فکر راہ پانے لگی ہے۔ آج کل تو طلوع اسلام کے لٹریچر کی اصطلاحیں جیسے "جشن نزول قرآن" "نظام صلوٰۃ" وغیرہ عام استعمال ہونے لگی

ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن ہمیں اپنی خامیوں پر بھی نظر رکھنی چاہئے اور کارکردگی کو مزید بہتر سے بہتر بنانا چاہئے۔ انہوں نے اراکین سے استدعا کی کہ وہ قول و فعل کے تضاد سے اس تحریک کو نقصان نہ پہنچائیں۔

اس دوران مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا جس کے لئے دس منٹ کا وقفہ کیا گیا۔ وقفے کے بعد محترمہ زاہدہ درانی ایگزیکٹو ہیڈ طلوع اسلام ٹرسٹ کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ طلوع اسلام ٹرسٹ کا کام ایک ڈاکٹر سرانجام دیتی ہے اس ٹیم کے سربراہ حسین قیصرانی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ "طلوع اسلام ٹرسٹ ماضی' حال اور مستقبل" کے موضوع پر وہی بہتر اظہار خیال کر سکتے ہیں۔

حسین قیصرانی صاحب تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ ماضی میں جن لوگوں نے کام کیا ہے یقیناً انہوں نے نہایت محنت اور جذبہ کے ساتھ کام کیا۔ آج جو کچھ ہے وہ سب انہیں کے طفیل ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلوع اسلام ٹرسٹ کا جب میں نے چارج سنبھالا تو اس وقت بہت سی کتابیں آؤٹ آف پرنٹ تھیں۔ بعد میں محترم عمر دراز صاحب کی مدد سے دھڑا دھڑ کتابیں چھپنا شروع ہوئیں۔ کچھ کتابیں تو طلوع اسلام کی لائبریری اور ریکارڈ تک میں نہیں تھیں ان سب کتابوں کو تلاش کر کے از سر نو چھاپا گیا اور کوشش یہ رہی کہ پرویز صاحب کی تمام کتب ہمہ وقت دستیاب رہیں۔ علاوہ ازیں آڈیو کیسٹوں کی آواز کی کوالٹی کا مسئلہ تھا۔ وہ بھی حل کر لیا گیا۔ اس وقت ٹرسٹ کے پاس بابا جی کے درس قرآن کا ایک ایک جملہ محفوظ ہے اور آواز کی کوالٹی بھی بہتر بنا لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اسباب زوال امت' ہندو کیا ہے؟ اور "تحریک احمدیت اور ختم نبوت" وغیرہ کو ایک پراجیکٹ کی صورت میں لوگوں تک مفت پہنچایا گیا جس سے مجموعی طور بہت سے مفید نتائج پیدا ہوئے۔ مستقبل کے لئے ٹرسٹ کا پلان یہ ہے کہ پاکستان سے باہر پوری دنیا میں اس فکر قرآنی کی اشاعت کی جائے۔ اس کے لئے طلوع اسلام کے لٹریچر کو انگریزی میں ترجمہ کا کام شروع ہے اور پرویز صاحب کے علاوہ فکر قرآنی کے حامل دوسرے ملکوں کے مصنفین کے کام بھی ٹرسٹ شائع کر رہا ہے۔

حسین قیصرانی صاحب کے بعد بزم طلوع اسلام لاہور کی نمائندگی کرتے ہوئے محترم عاطف طفیل صاحب نے کہا کہ "مجھے تحریک کا مستقبل نہایت درخشندہ نظر آرہا ہے۔ مجھے جدید علوم کے مطالعے کا شوق ہے اس لئے میں بہت سا مغربی لٹریچر پڑھتا ہوں۔ مجھے مغربی دنیا کے محقق اور مصنف طلوع اسلام کی فکر کے قریب تر آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں"۔ انہوں نے اشرف ظفر صاحب نمائندہ بزم لاہور کی جانب سے اعلان کیا کہ وہ مطالب الفرقان فی دروس القرآن کا پراجیکٹ مکمل کرنے کے لئے پانچ لاکھ روپے عطیہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ تحریک طلوع اسلام کے لٹریچر کو مہنگا نہیں ہونا چاہئے۔ کتابوں کی قیمت کم مقرر کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ فکر پہنچ سکے۔ بعد ازاں عاطف طفیل صاحب نے اراکین بزم ہائے طلوع اسلام کو اپنا حلقہ اثر بڑھانے کی تراکیب بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ گفتگو کے دوران فتح و شکست کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ نیز یہ کہ پہلے دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے پھر اپنا نقطہ نگاہ اس تک پہنچانا چاہئے۔

نمائندہ بزم طلوع اسلام چنیوٹ محترم آفتاب عروج صاحب نے نہایت دلچسپ اور فکر انگیز مضمون پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے آغاز اس شعر سے کیا۔

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا!
بہت کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

آفتاب عروج صاحب نے اپنا خاندانی پس منظر اور طلوع اسلام سے شناسائی کے واقعات تفصیل سے بیان کئے۔ انہوں نے کہا کہ پرویز صاحب کے توسط سے جن لوگوں میں تغیر نفس پیدا ہوا انہوں نے اس تغیر نفس ہی کو منزل سمجھ لیا بلکہ اس کو پندار نفس میں بدل لیا۔ ہم نے باتیں تو بہت کیں لیکن خود اپنے ہی افکار پر عمل پیرا نہ ہو سکے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم تنہا کھڑے ہیں ایک ٹنڈ منڈ درخت کے مانند' جس پر نہ پتے ہیں نہ پھول نہ پھل۔ اس قدر بلند فکر ہم نیم خواندہ لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرا مقصد مایوسی پھیلانا نہیں بلکہ حقیقت کا افشاء ہے۔ ہمیں خود احتسابی کے عمل سے گزرنا چاہئے تاکہ ہم اپنے سود و زیاں سے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ جو دانشور عنصر پرویز صاحب کے وقت تحریک میں موجود تھا اب کیوں نظر نہیں آتا۔ یہ فکر جس طرح پھیلنی چاہئے تھی کیوں نہیں پھیل رہی۔ اس کا تجزیہ کرنا چاہئے۔

محترم ارشاد احمد لغاری نمائندہ بزم چوٹی زیریں نے کہا کہ فکر طلوع اسلام کو پھیلانے کی جتنی آج ضرورت ہے اتنی کبھی نہیں رہی انہوں نے کہا کہ تاریکی سے خوف نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اندھیرا بذات خود کوئی شے نہیں ہے یہ تو روشنی کا عدم ہے۔

بزم طلوع اسلام فیصل آباد کے نامزد نمائندہ محترم نے کہا تحریک طلوع اسلام کا ماضی بہت تلخ اور تکلیف دہ تھا۔ جبکہ حال روشن اور حوصلہ افزا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نصف صدی سے تحریک طلوع اسلام کے ساتھ وابستہ ہوں اس وقت سے کہ جب کنونشن چند چارپائیوں پر ہوتا تھا۔ آج حالات مختلف ہیں۔ فیصل آباد میں 40 سے زائد "طلوع اسلام" کے پرچے فروخت ہوتے ہیں جہاں پر طلوع اسلام کو رکھنا بھی جرم تصور ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بیرون ملک بھی یہ رسالہ بہت شوق سے پڑھا جاتا ہے وہاں بچے انگریزی سیکشن خود پڑھ لیتے ہیں جبکہ اردو مضامین کا مفہوم والدین سے سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں طلوع اسلام کا حال روشن ہے اور مستقبل روشن تر۔

بزم طلوع اسلام جلالپور جٹاں کے نمائندہ محترم سالار صاحب نے کہا کہ تحریک طلوع اسلام کی راہ میں مذہبی پیشوائیت نے بہت روڑے اٹکائے ہیں مگر اس کے باوجود تحریک آگے سے آگے بڑھے جا رہی ہے۔ ہمیں کسی صورت حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے۔

بزم طلوع اسلام کویت کے نمائندہ محترم عبیدالرحمٰن ارائیں صاحب نے کہا کہ یہ پیغام تو چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے برصغیر میں اسے سرسید' اقبال اور پرویز نے آگے بڑھایا۔ انہوں نے کہا کہ فکر پرویز کو منظم شکل میں پیش کرنے کا ٹھوس کام ابھی ایک عشرہ ہی سے شروع ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے راستے کی رکاوٹ ہم خود ہیں۔ بظاہر لگتا ہے کہ مذہبی پیشوائیت روڑے اٹکا رہی ہے لیکن فی الحقیقت مسئلہ یہ ہے کہ ہم خود کماحقہ' منظم نہیں ہیں۔ مرکز سے خط و کتابت تک کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ 10 روپے ماہانہ اندرون پاکستان اور 100 روپے ماہانہ بیرون پاکستان دینے کے لئے کہا گیا تو بہت کم راضی ہوئے۔ فنڈز نہیں ہوں گے تو پیغام کیسے پھیلے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس تحریک کا مستقبل تابناک بنانا ہے تو اپنی علاقائی بزم کو مضبوط کیجئے۔ بزم کا اپنا دفتر ہونا چاہئے۔ باقاعدہ لائبریری ہو' ریڈنگ روم ہو۔ بزموں کی مضبوطی ہی تحریک کا استحکام ہے۔

بزم طلوع اسلام کراچی صدر کے نمائندہ محترم اقبال صاحب نے اس اجلاس کے لئے موضوع "تحریک طلوع اسلام'

یعنی' حال اور مستقبل" منتخب کرنے پر چیئرمین ادارہ محترم ایاز حسین انصاری کو مبارک باد پیش کی۔
محترم محمد اقبال صاحب نے اقبال کے اس شعر سے گفتگو آغاز کی ۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

انہوں نے کہا کہ حال کو دیکھ کر ہی مستقبل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آج ہماری بزمیں جس انداز سے چل رہی ہیں اسے دیکھ کر تو تحریک کا وجود چراغ سحری نظر آتا ہے۔ اس چراغ سحری کو گل ہونے سے بچانے کے لئے انہوں نے یہ تجاویز پیش کیں۔

(1) اندرونی نادان دوستوں کی نشان دہی۔ (2) بیرونی سازشوں کا مقابلہ۔ (3) کامل استقامت۔ (4) صرف زندگی کے عملی مسائل کو زیر بحث لایا جائے۔ (5) تحریک کا ایک مرکز ہونا چاہیئے۔

بزم پنج کسی کی نمائندگی کرتے ہوئے محمد اقبال صاحب نے کہا کہ ہماری بزم ٹھیک چل رہی ہے جبکہ مزید بہتری کے لئے ہم کوشاں ہیں۔

بزم طلوع اسلام خواتین لاہور کی نمائندہ محترمہ صالحہ نغمی صاحبہ نے کہا کہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے جب پرویز صاحب نے اس تحریک کی داغ بیل ڈالی تو اس کا ہدف دانشور طبقہ اور نوجوان نسل تھی۔ موجودہ وقت میں بھی بنیادی پالیسی بدستور جاری ہے۔ تبلیغ و ترسیل کا دائرہ اب زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ مخالفت کا طوفان کامیابی کا ایک ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ انٹرنیٹ قرآنی فکر کے فروغ کے لئے موثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز ادارہ میں مختلف موضوعات پر کورسز کا اجراء ہونا چاہیئے۔

بزم طلوع اسلام لندن کی نمائندگی کرتے ہوئے غلام فرید صاحب نے کہا کہ شروع میں تحریک سے بہت کم لوگ وابستہ تھے اب تو تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے اور یہ بات حوصلہ افزاء ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک بے شمار قربانیاں دے کر بنایا گیا ہے۔ ہماری نئی نسل ہم سے دریافت کرتی ہے کہ وہاں (پاکستان میں) تانگے والے معصوم جانوروں پر چابک کیوں برساتے ہیں۔ لوگ فٹ پاتھ پر کیوں سوتے ہیں' ٹیکسی والے میٹر پر کیوں نہیں چلتے۔ ہر جگہ گندگی کے ڈھیر کیوں پڑے ہوئے ہیں؟۔ اس میں بچوں کا قصور نہیں ہے وہ جو دیکھتے ہیں وہی سوال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے لوگ سامنے آنے چاہئیں جو دین کا فہم بھی رکھتے ہوں اور انگریزی پر عبور بھی۔ اس وقت طلوع اسلام کے لٹریچر کو انگریزی قالب میں ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں بزم لندن اپنا پورا تعاون پیش کرتی ہے۔

غلام فرید صاحب کے بعد لیڈز سے آئے ہوئے نوجوان خالد زمان نے بزبان انگریزی گفتگو کی جس کا رواں ترجمہ حسین قیصرانی صاحب اردو میں کرتے گئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے پرویز کو وہاں کے ساتھیوں کی مدد سے سمجھا اور ڈاکٹر عبدالودود کی انگریزی کتابوں کے توسط سے اس فکر تک پہنچا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ فکر اور عمل یکجا ہوں تو صحیح نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں طلوع اسلام ٹرسٹ سے انگریزی کتابیں منگوا کر برطانیہ کی جیلوں میں قید لوگوں میں بانٹتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پرویز صاحب کی اردو میں لکھی ہوئی کتابوں کا ڈائریکٹ ترجمہ ٹھیک نہیں رہتا۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ لفظی ترجمے کے بجائے تحقیقی ترجمہ ہو۔

خالد زمان صاحب کے بعد بزم طلوع اسلام سوات کے نمائندہ جہانگیر خان صاحب نے اپنا لکھا ہوا مضمون پڑھ کر سنایا اور اس کی کاپیاں حاضرین میں بانٹیں۔ انہوں نے کہا کہ تحریک طلوع اسلام کو لوگ منفی حوالہ سے جانتے ہیں۔ ہم نے لوگوں میں اپنے آپ کو صحیح طور پر متعارف کرانے کی کوشش نہیں کی۔ مخالفین کے منفی پروپیگنڈہ سے لوگ ہمیں منفی طور پر جانتے ہیں۔

انہوں نے طلوع اسلام کو سیاسی تحریک بنانے کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ اس مجوزہ سیاسی جماعت کا مقصد ایک حقیقی انقلاب کے لئے لوگوں کے اندر نفسیاتی تبدیلی پیدا کرنا ہو۔

بزم منڈی بہاؤ الدین کے خان محمد صاحب نے اپنی نو تشکیل شدہ بزم کا تعارف کرایا۔

بزم طلوع اسلام اوکاڑہ کے نمائندہ محترم احمد علی صاحب نے کہا کہ پرویز صاحب اس تحریک کو ہمارے حوالے کر گئے ہیں۔ اب اس کا مستقبل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا قول و فعل ایک ہونا چاہئے۔ ہمیں اپنے عمل سے اس بات کی نظیر پیش کرنی چاہئے جو ہم کرتے ہیں۔

پشاور بزم کے احباب کے ہمراہ آئے ہوئے محترم عبداللہ صاحب نے' جن کا تعلق افغانستان سے ہے' فارسی زبان میں وحی سے متعلق تقریر کی جسے حاضرین نے بہت دلچسپی سے سنا۔ وائس چیئرمین ادارہ طلوع اسلام عبداللہ ثانی صاحب نے ان کو عبداللہ اول قرار دیا اور سامعین کے سامنے ان کی تقریر کا ملخص اردو میں بیان کیا۔

عبداللہ ثانی صاحب نے کہا کہ ہمیں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم تعداد میں کافی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ افرادی قوت کے لحاظ سے ہم بالکل ناکافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اندر کبھی کبھی کوئی نیا آدمی آتا ہے تو وہ ایک دو سال کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں وہ ہمارے اندر رہ کر قول و فعل کا تضاد دیکھ کر متنفر ہو جاتا ہو اگر ایسا ہے تو یہ تضاد ختم ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ چودہ کروڑ کی آبادی میں سے یہاں چودہ سو بھی نظر نہیں آتے۔ کیا اسے کامیابی کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے مزید کہا کہ تحریک کا ایک مرکز ہو اور تحریک کو کچھ نہ کچھ سیاسی رنگ دینا بھی ضروری ہے۔ نیز ہمیں ڈش انٹینا سے دیکھے جانے والے کسی چینل کا کچھ وقت خریدنا چاہئے جہاں سے باباجی کے درس قرآن کو پوری دنیا کے لئے نشر کیا جا سکے۔ بزم طلوع اسلام پشاور افغان کالونی کے نمائندہ محترم ڈاکٹر بشیر الحق نے کہا کہ ہمارے خلاف پروپیگنڈہ سے ہمیں لوگوں میں تعارف حاصل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی تحریک کو سیاسی رنگ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کے سامنے قرآن خالص پیش کیا جائے تو کوئی بات نہیں کہ اللہ کا پیغام ان کے دلوں کو نہ کھینچے۔ عوام اگر پڑھے لکھے نہ بھی ہوں تو بھی فکر قرآنی کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلوع اسلام کے اداروں کی تفریق جب تک ختم نہیں کی جاتی تب تک ہم لوگوں کو یہ نہیں بتا سکتے کہ "فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟" انہوں نے کہا کہ باباجی جہاں پر چھوڑ کر گئے ہیں تحقیقی کام کا سلسلہ وہاں سے شروع ہونا چاہئے لیکن یہاں پر تو صرف "سیلف پروجیکشن" نظر آتی ہے کام نظر نہیں آتا۔ بزم طلوع اسلام کوئٹہ کے نمائندہ محترم قدیر احمد خان صاحب نے کہا کہ آج کے اجلاس میں بہت سی آرزوؤں اور تمناؤں کا اظہار ہوا ہے لیکن بات یہ ہے کہ ان سب کی تکمیل کے لئے فنڈز چاہئیں۔ سیاسی انداز کے جلسوں کا کہا جا رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکروں اور قناتوں' کرسیوں کے لئے پیسے چاہیے ہوتے ہیں اور یہاں حالت یہ ہے کہ کوئی رکن 10 روپے تو دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟ جو پروگرام جس طرح سے چل رہا ہے اسی طرح چلتا

رہے تو یہ بھی بہت بڑی بات ہے۔ اس کے بھی سنید نتائج نکل سکتے ہیں۔

بزم طلوع اسلام خان پور کے نمائندہ محترم حبیب الرحمان نے بتایا کہ ہماری بزم ابھی چند ماہ قبل قائم ہوئی ہے۔ ہم تحریک کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے محو سعی ہیں۔

نمائندہ بزم طلوع اسلام راولپنڈی محترم چوہدری نثار احمد صاحب نے کہا کہ مستقبل کا مدار ہمارے اعمال پر منحصر ہے۔ قرآنی فکر نے تو بہرحال پھیلنا ہی ہے۔ قوانین قدرت اسے اپنے پیمانوں کے مطابق آگے بڑھا رہے ہیں۔ اگر اس کی اشاعت میں ہمارا حصہ بھی شامل ہو سکے تو یہ ہماری خوش بختی ہو گی۔ آیئے وعدہ کریں کہ آج سے ہم تحریک کے لئے دل و جان سے اور خلوص کے ساتھ کام کریں گے۔

آخر میں اجلاس کے صاحب صدارت محترم ڈاکٹر صلاح الدین اکبر صاحب نے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج کے اجلاس میں خاصی فکر انگیز باتیں ہوئی ہیں۔ کچھ احباب نے اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو بیان کیا اور کچھ نے اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہم اپنے متعلق سوچتے ہیں اور یہ سوچنا بہت بڑی نعمت ہے۔ آج بہت سے نئے آئیڈیاز سننے کو ملے ہیں جو بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ امید رکھنی چاہئے کہ ان پر عمل کرنے کی بھی کوئی سبیل نکل آئے گی۔

سیمینار

5 نومبر کو قرآن اور فرقہ واریت کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا۔ صدارت عبیدالرحمٰن ارائیں صاحب کے سپرد ہوئی اور نظامت کے فرائض جناب عاطف طفیل نے ادا کئے۔

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام محترم ایاز حسین انصاری نے اپنے خطبہ افتتاحیہ میں کہا کہ امت میں تفرقہ سنگین جرم ہے انہوں نے قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے کہا کہ بنی اسرائیل اپنی جہالت سے سامری کے فریب میں آگئے اور انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارون نے انہیں نرمی سے سمجھایا لیکن وہ اپنی روش سے باز نہ آئے۔ جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو وہ قوم کو اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہوئے انہوں نے حضرت ہارونؑ سے پوچھا کہ آپ نے لوگوں کو بچھڑے کی پرستش سے سختی کے ساتھ کیوں نہیں روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا کر دیا اور میری بات یاد نہ رکھی۔ اس پر حضرت موسیٰؑ مطمئن ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفرقہ پردازی شرک سے بھی بڑا جرم ہے۔ محترم محمد اقبال چاولہ نے تفرقہ بازی کی سیاسی' تاریخی' جغرافیائی اور ثقافتی وجوہات پر روشنی ڈالی۔ مولوی عزیز اللہ بوہیو صاحب نے کہا کہ فرقہ واریت انسانوں کو غلام اور آقا میں بانٹنے کا نام ہے جو کہ شرک ہے بلکہ شرک سے بھی سنگین جرم۔ افغانستان سے آئے ہوئے محمد عبداللہ صاحب نے عربی زبان میں خطاب کیا۔ پروفیسر فتح محمد ملک صاحب نے "اسلام یا مذاہب فقہ۔ فکر اقبال کی روشنی میں" کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ انہوں نے ٹائن بی کے حوالہ سے کہا کہ جس دن پاکستان پر مسلمانوں کے کسی ایک فرقہ کی حکومت قائم ہو گئی وہ دن پاکستان کا آخری دن ثابت ہو گا۔

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) نذیر احمد صاحب نے قرآنی آیات سے ثابت کیا کہ فرقہ واریت قرآن کی رو سے ممنوع ہے۔ محترم

اکبر مشتاق نے فرقہ واریت کے خلاف تحت اللفظ میں ایک نظم پیش کی جسے بہت سراہا گیا۔ جناب ڈاکٹر رشید جالندھری نے کہا کہ ہمارے ملک میں بچوں کو جو تعلیم دی جا رہی ہے وہ متعصبانہ ہے۔ بچپن ہی سے ہمارے بچوں کو فرقہ وارانہ تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

صفدر حسن صدیقی صاحب نے کہا قرآن کی رو سے نوع انسانی کے صرف دو گروہ ہیں ایک اہل ایمان اور ایک اہل کفر۔ اہل ایمان صرف ایک جماعت ہو سکتی ہے متعدد گروہ نہیں۔ انہوں نے کہا اسلام رواداری سکھاتا ہے اس میں جبرو اکراہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ محترم حسین قیصرانی نے "اقبال کا دیس" کے عنوان سے ایک نظم پڑھ کر سنائی جو کہ اقبال کے اشعار کی پیروڈی پر مشتمل تھی۔ اس نظم نے بہت داد حاصل کی۔ ادارہ طلوع اسلام کے وائس چیئرمین عبداللہ ثانی صاحب نے کہا کہ فلسفیانہ تقریروں سے فرقہ واریت ختم نہیں ہو سکتی اس کے لئے قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنا ہو گا۔ عبدالرحمن ارائیں صاحب جو کہ صدر مجلس تھے' نے کہا کہ اختلاف و افتراق تنگ نظری اور انانیت کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیم وسعت نظری اور کشادہ قلبی پیدا کرتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ باہمی ضد' تعصب' میرٹ کی پامالی بھی فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں۔ عبدالرحمن ارائیں صاحب پروفیسر اقبال چاولہ صاحب کے مقالہ کے ایک مقام پر قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں تبصرہ کیا۔ آخر میں مقررین میں کتابوں کے تحفے تقسیم ہوئے۔ بعد ازاں تمام حاضرین مجلس کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ (کنونشن میں پڑھے گئے تمام مقالے زیر نظر شمارہ میں شامل اشاعت ہیں)۔

"دینے" کی نفسیات

5 نومبر کی شام کو محترم ڈاکٹر نصیر علی عباسی نے "Psychology of Giving" کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ اس اجلاس کی صدارت چیئرمین ادارہ طلوع اسلام محترم ایاز حسین انصاری نے کی جبکہ مہمان اعزاز وائس چیئرمین ادارہ طلوع اسلام محترم عبداللہ ثانی صاحب کو بنایا گیا۔ ڈاکٹر نصیر علی عباسی صاحب کا مختصر تعارف محترم حسین قیصرانی صاحب منیجر طلوع اسلام ٹرسٹ نے خوبصورت انداز میں بیان کیا اور بعد میں ڈاکٹر صاحب کو دعوت خطاب دی۔ ڈاکٹر نصیر علی عباسی نے بتایا کہ قرآن نے نفسیات کو بہت اہمیت دی ہے اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے بہت سی آیات کے حوالے دیے جن میں سے کچھ سامنے درج ہیں۔ 2:130, 9:85, 9:55, 55:18 وغیرہ۔

انہوں نے کہا کہ مجھے قرآن سے یہ بات سمجھ آئی ہے کہ نفسیات کس قدر اہم علم ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا مسلمان اس علم پر توجہ دیتے مگر سب سے زیادہ اسی علم کو نظر انداز کیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کا فرمان ہے کہ جس نے اپنی ذات کی نشوونما کی وہ کامیاب ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت سے نفسیات دانوں کا حوالہ دے کر بتایا کہ ان کے نزدیک انسان بنیادی طور پر "دینے" کی خواہش رکھتا ہے اور دوسروں کو "فائدہ پہنچا کر" خوشی محسوس کرتا ہے۔ بہت سی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ دوسروں کی مدد کرنے سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جسمانی امراض سے بھی شفایابی میسر آتی ہے۔ کارل مارکس نے کہا کہ "اگر آپ نے کیرئر چننا ہو تو یہ ضرور دیکھیں کہ اس سے کتنی انسانیت کی خدمت کی جا سکتی ہے۔ اس سے تمہاری کمر نہیں ٹوٹے گی۔"

انہوں نے طبی نقطہ نگاہ سے بتایا کہ "دوسروں کی مدد سے" جسم کا دفاعی نظام مضبوط ہوتا ہے جس کے باعث بیماریوں کا

مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

ذہنی اور جسمانی دباؤ (Stress) بہت موذی مرض ہے یہ بھی "دینے سے" کم ہوتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ "دینے" سے کینسر جیسے مرض کی شدت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ "لینا" فطرت انسانی میں شامل ہے۔ یہ مفروضہ بالکل غلط ہے۔ "دینے" کی صفت انسان میں تب ہی پیدا ہو سکتی ہے جب وہ اس کی آرزو اور تمنا کرے گا۔ پہلے وہ دوسروں کی مدد کرنے اور انسانیت کو فائدہ "دینے" کی آرزو دل میں پیدا کرے۔ اس کے بعد ہی اس پر عمل کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جسمانی بیماری قوانین قدرت کے تحت خود بخود ختم ہو سکتی ہے جبکہ ذہنی بیماری خود بخود ختم نہیں ہوتی اس کے لئے انسان کو خود کوشش کرنا پڑتی ہے۔ "دینے" کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے طویل جدوجہد درکار ہو گی۔ یہ خود بخود بیدار نہیں ہو گا۔ روزانہ کی بنیاد پر کی گئی سالوں کی محنت کے بعد سینے میں جب یہ عشق کی آگ جلے گی تب بھی کام ختم نہیں ہو گا بلکہ اس آگ کو روشن رکھنے کے لئے بھی مسلسل سعی و کاوش درکار ہو گی۔ آخر میں حاضرین نے بہت سے سوالات پوچھے جن کے جوابات ڈاکٹر صاحب نے نہایت تفصیل اور خوبصورتی سے دیئے۔ سوال و جواب کی نشست کافی دیر تک رہی اور کافی مفید ثابت ہوئی۔

اجلاس جنرل کونسل

6 نومبر کو ادارہ طلوع اسلام کی جنرل کونسل کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی کارروائی کی روداد علیحدہ سے ہر بزم کو روانہ کر دی گئی ہے۔ اجلاس 6 نومبر کی سہ پہر کو ختم ہوا تو کھانا کھانے کے بعد احباب واپس جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ جب ہم صفیران گلشن فکر قرآنی رخصت ہونے لگے تو زبان حال پر غالب کا یہ شعر آگیا کہ

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

قراردادیں

(1) نمائندگان بزم ہائے طلوع اسلام کا یہ نمائندہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ بھارتی حکومت کشمیریوں پر اپنے مظالم کا سلسلہ بند کرے اور جلد از جلد ان کو حق خود ارادیت دے۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

(2) محترم عطاء اللہ علی سرفراز خان جمل ایڈیٹر ابلاغ جنوبی افریقہ سے پوری دنیا میں فکر قرآنی کی اشاعت میں گذشتہ کئی عشروں سے مصروف عمل ہیں۔ ان کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔ آج کل صاحب فراش ہیں۔ یہ اجلاس ان کی مکمل صحت یابی کے لئے پروردگار کے حضور دعاگو ہے۔

(3) نمائندگان بزم ہائے طلوع اسلام کا یہ نمائندہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ طلوع اسلام سے متعلق مختلف ادارے جو اپنی اپنی حیثیت سے کام کر رہے ہیں وہ تمام ایک مرکز کے تحت متحد ہو جائیں۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرکائے طلوع اسلام کنونشن 2000ء

بزم بوریوالہ
انعام الحق صاحب' محمد یونس صاحب' عرفان شبیر صاحب' ڈاکٹر ارشاد دانش صاحب' مجاہد فاروق صاحب' مسز حمیدہ نوید صاحبہ' نویدہ یاسمین صاحبہ' امہ جہاد صاحبہ' افشاں صاحبہ' مسز محمد رفیق و عمران صاحب۔

بزم چنیوٹ
آفتاب عروج صاحب' خورشید احمد صاحب' بیگم ضیاء الدین صاحبہ' بیگم افتخار الدین صاحبہ' افتخار حسین صاحب۔

بزم چوٹی زیریں
ارشاد احمد صاحب' عبدالقیوم صاحب' محمد امین صاحب' عطا محمد سالک صاحب' حافظ حفیظ اللہ صاحب' حاجی عبدالعزیز صاحب' خدا بخش سینئر صاحب' ملک ریاض احمد صاحب' غلام اکبر صاحب' اعجاز احمد صاحب' عبدالرؤف صاحب' مولانا اکرم صاحب' محمد بشیر کملا بھائی صاحب' محمد ثقلین صاحب' منصور احمد صاحب' شہاب احمد صاحب' حاجی شمس صاحب' مہدی حسن صاحب۔

بزم فیصل آباد
ملک محمد حیات صاحب' محمد شریف لون صاحب' رانا محبت خان صاحب' محمد بشیر صاحب' مہر جاوید اقبال صاحب' سعید احمد صاحب' شفقت صدیق صاحب' قمر عالم صاحب' رانا ناظر خان صاحب' محمد فیاض صاحب' غلام نبی صاحب' حاجی شوکت صاحب' ملک محمد انور صاحب' محمد یوسف عیش صاحب۔

بزم جلال پور جٹاں
غلام مصطفیٰ سالار صاحب' محمد افتخار احمد صاحب' محمد اقبال شاہین صاحب۔

بزم گوجرانوالہ
تسنیم شوکت صاحب' ماسٹر شبیر صاحب' میاں محمد یاسین صاحب' محمد منیر ڈار صاحب' چوہدری محمد یوسف صاحب' محمد اسماعیل صاحب' مرزا حبیب اللہ صاحب' محمد حسین صاحب' اللہ دتہ صاحب' عبدالحفیظ خان صاحب' چوہدری علی محمد چدھڑ صاحب' محمد جمیل صاحب' نصیر احمد صاحب' اختر علی صاحب' چوہدری شوکت علی صاحب' رانا شبیر صاحب' محمد پرویز صاحب' شمبو خان صاحب' حاجی نذیر احمد صاحب' مستری محمد حسین صاحب۔

بزم جہلم
ملک غلام جیلانی صاحب' زین العابدین صاحب۔

بزم کراچی صدر
محمد اقبال صاحب' آصف جلیل صاحب' خالد محی الدین صاحب' نجم الیاس صاحب' سید ممتاز احمد صاحب' اول جان خٹک صاحب' افضل محمود الحسن صاحب' محمود الحسن صاحب' جنید صاحب' عبدالشکور صاحب' صغیر احمد صاحب' فضل دین صاحب۔

بزم کراچی
خواجہ محمد اعظم صاحب' چوہدری فیض محمد صاحب' چوہدری نذیر صاحب۔

بزم پنج کسی
محمد اقبال صاحب۔

بزم لاہور
اشرف ظفر صاحب' اعجاز احمد صاحب' محمد اکرم راٹھور صاحب' خالد فاروقی صاحب' کامران ارشد صاحب' محترمہ فہمیدہ ارشد صاحبہ' محمد شریف صاحب' عاطف طفیل صاحب' مدد علی صاحب' عبدالغنی صاحب' شاہد احمد خان صاحب' عطاء الرحمٰن ارائیں صاحب' احمد حسین صاحب' رقیہ بی بی صاحبہ' محمد صاحب' زمرد بیگ صاحب' محمد یونس صاحب' اعجاز الحق صاحب' حاجی سراج الدین صاحب' جاودان ارشد صاحب' مظہر بشیر صاحب' عاطف ریاض صاحب' آصف ریاض صاحب' شہزاد عمران صاحب' اکبر مشتاق صاحب۔

بزم لاہور خواتین
صالحہ نغمی صاحبہ' تابندہ قمر صاحبہ' شمیم انور صاحبہ' رشیدہ صلاح الدین صاحبہ' ڈاکٹر زاہدہ درانی صاحبہ' مسز فرح سعید صاحبہ۔

بزم منڈی بہاؤ الدین
خان محمد صاحب' عبدالخالق صاحب' محمد یاسین صاحب' محمد ارشاد صاحب۔

بزم ملتان
محمد اقبال سرور صاحب' محمد عرفان صاحب' محمد اعجاز صاحب' رانا عبدالعزیز صاحب' شیخ عمر دراز صاحب۔

بزم اوکاڑہ
احمد علی صاحب' محمد ارشاد صاحب۔

بزم پشاور
عبداللہ ثانی صاحب' ارشاد احمد خان صاحب۔

بزم پشاور (افغان کالونی)
ڈاکٹر بشیر الحق صاحب' ڈاکٹر سعید شاہ صاحب' معراج النبی صاحب' سخی جان آفریدی صاحب' عبداللہ صاحب' ارشاد احمد خان صاحب۔

بزم کوئٹہ
قدیر احمد خان صاحب' غلام صابر صاحب' عابد علی صاحب' محمد نواز ناصر صاحب' حاجی نور محمد صاحب' محمد نعیم صاحب' عبدالرشید صاحب۔

بزم خان پور
محمد حبیب الرحمان صاحب' محمد صادق یاسر صاحب' ذوالفقار علی صاحب' احمد ندیم صاحب۔

بزم راولپنڈی
چوہدری نثار احمد صاحب' محمد اکبر صاحب' محمد نثار خان صاحب' عبدالغفور صاحب' محمد یوسف صاحب' حق نواز صاحب' احسن وقار صاحب' سید محمد شکیل صاحب' حنیف وجدانی صاحب' عبدالجلیل بھٹی صاحب' تاج محمد صاحب' راجہ عدالت حسین صاحب' امجد صاحب' قلب فاروق صاحب' لیاقت علی صاحب' آفتاب احمد صاحب' رضوان صاحب' ملک محمد سلیم صاحب' مبین قریشی صاحب۔

بزم نواں کلی

اسرار اللہ صاحب' محمد طارق صاحب۔

بزم سوات

خورشید انور صاحب' جہانگیر خان صاحب' منظر احمد صاحب' خیر گل صاحب' بخت امین صاحب' رشید خان صاحب' فضل ودو صاحب' شہزادہ صاحب' عبدالمتین صاحب' فیاض احمد سینئر صاحب' فیاض احمد جونیئر صاحب' جیلانی صاحب' نور محمد صاحب' ریاض احمد صاحب' محمد حسن صاحب' عالمگیر صاحب' پرویز صاحب' بخت محمد خان صاحب' وزیرزادہ صاحب۔

بزم کمالیہ

حکیم ایم حنیف واصف صاحب' نور محمد اظہر صاحب' فقیر محمد شاہد صاحب' شیخ ناصر یعقوب صاحب' حافظ محمد ارسلان ارسل صاحب۔

بزم چک 215/EB

محمد ایوب صاحب' محمد افضل چوہدری صاحب' فضل کریم صاحب' فیاض احمد صاحب' آصف شفیق صاحب' نذیر احمد صاحب' منیر احمد صاحب' محمد ریاض صاحب' ندیم احمد صاحب۔

بزم لندن انگلینڈ

غلام فرید صاحب' ریاض صاحب۔

بزم کویت

عبید الرحمٰن ارائیں صاحب' محمد ارشاد صاحب' شیخ محمد طارق صاحب' محمد اکبر سعید صاحب' محبوب اختر صاحب۔

بزم گھوئیں کی' سیالکوٹ

چوہدری محمد حسین گھمن صاحب' آصف کمال صاحب' عبدالرحمٰن طارق صاحب' جمشید احمد صاحب' ارشد بٹ صاحب۔

متفرق مہمان

غلام قادر صاحب صادق آباد' شبیر احمد صاحب صادق آباد' صغیر احمد صاحب کراچی' فضل دین صاحب کراچی' نذیر احمد صاحب' محمد اسلم صاحب' ڈاکٹر غلام احمد صاحب معرفت ملک غلام جیلانی صاحب' بیگم لیاقت ملک صاحبہ' بیگم محمد اسلم صاحبہ' محمد صدیق صاحب' زین العابدین صاحب' عمار علی صاحب' ملک لیاقت صاحب' احسان اللہ اسلم صاحب چکوال' شیخ طاہر جاوید صاحب لاہور' خواجہ اشفاق صاحب معرفت شیخ طاہر جاوید صاحب' شیخ محمود صاحب' خالد زمان صاحب انگلینڈ' حافظ عبدالجلیل صاحب چکوال' قیصر عباس صاحب ڈیرہ غازی خان' ڈاکٹر حامد صاحب ڈیرہ غازی خان' خالد محمود چوہدری صاحب ممبر بزم ٹورنٹو (کینیڈا)' ڈاکٹر محمد اقبال صاحب گجرات' وحید احمد صاحب لاہور' غلام مصطفیٰ صاحب گوجرانوالہ' امانت علی صاحب گوجرانوالہ' چوہدری محمد اسحاق صاحب گوجرانوالہ۔

قرآنی کنونشن کو قومی اخبارات میں ملنے والی کوریج اور تصویری مناظر آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

روزنامہ جنگ لاہور

پیر 9/ شعبان المعظم 1421ھ 6/ نومبر 2000ء

اسلام کی رو سے تفرقہ بازی شرک ہے: طلوع اسلام کنونشن

صدیوں سے فرقوں میں بٹے ہوئے مسلمان آیتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں

قیام پاکستان کا مقصد فرقوں کا خاتمہ تھا، ایاز انصاری، پروفیسر اقبال اور دیگر کی تقریریں

لاہور (نامہ نگار سے) تمام انبیاء کرام کا پیغام ایک ہی تھا یعنی وحدت انسانیت، نبی اکرم ﷺ کا نصب العین ایک تھا لیکن مسلمان فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور قرآن مجید کی ان آیتوں سے آنکھیں بند کر کے آگے بڑھ جاتے تھے۔ علامہ اقبال نے یہ تجویز کیا کہ ایک ایسی مملکت قائم کی جائے جس میں اطاعت صرف قرآن کے ضابطہ اور قوانین کی ہو۔ پاکستان اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ان خیالات کا

باقی صفحہ 15 کالم 6 پر

جالندھری اور پروفیسر فتح محمد نے گزشتہ روز تحریک طلوع اسلام کے 45ویں سالانہ قرآنی کنونشن میں قرآن اور فرقہ واریت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مقررین نے کہا کہ یہ بنیادی حقیقت ہر جگہ نمایاں نظر آئے گی کہ قرآن کی رو سے تمام مسلمان امت واحدہ کے افراد ہیں اور امت میں تفرقہ خواہ وہ مذہبی فرقوں کی شکل میں ہو یا سیاسی پارٹیوں کی صورت میں قرآن کے خلاف اور شرک ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں لہٰذا قرآن کریم نے جس تفرقہ کو شرک کہا ہے اس میں مذہبی فرقے اور سیاسی پارٹیاں سب شامل ہیں انہوں نے کہا اختلافات مٹانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ حق و باطل کا معیار خدا کی کتاب کو قرار دیا جائے۔

طلوع اسلام کنونشن

اظہار ایاز حسین انصاری، پروفیسر محمد اقبال جالندھری، عبیدالرحمن، مولوی عزیز اللہ، عبداللہ ثانی، رشید

روزنامہ پاکستان
THE DAILY PAKISTAN

اسلام رواداری سکھاتا ہے جبر کی کوئی گنجائش نہیں

اہل ایمان صرف ایک جماعت ہو سکتی ہے متعدد گروہ نہیں صفدر صدیقی طلوع اسلام کے سیمینار سے خطاب

لاہور (پ ر) ادارہ طلوع اسلام کے سالانہ روزہ کونشن کے موقعہ پر جو کہ احباب کوآپریٹو سوسائٹی جوہر ٹاؤن لاہور میں ہوا قرآن اور فرقہ واریت کے موضوع پر 5 فروری کو ایک سیمینار منعقد ہوا چیئرمین ادارہ طلوع اسلام ایاز حسین انصاری نے اپنے خطبہ افتتاحیہ میں کہا کہ امت میں تفرقہ سنگین جرم ہے محمد اقبال چاولہ نے تفرقہ بازی کی سیاسی تاریخی جغرافیائی اور ثقافتی وجوہات پر روشنی ڈالی مولوی عزیز اللہ بوہیو نے کہا کہ فرقہ واریت انسانوں کو غلام اور آقاؤں میں بانٹنے کا نام ہے افغانستان سے آئے ہوئے محمد عبداللہ نے عربی زبان میں خطاب کیا پروفیسر فتح محمد ملک نے "اسلام یا مذاہب فقہ فکر اقبال کی روشنی میں" کے عنوان سے مقالہ پڑھا بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) نذیر احمد نے قرآنی آیات سے ثابت کیا کہ فرقہ واریت قرآن کی رو سے ممنوع ہے۔ ڈاکٹر رشید جالندھری نے کہا کہ ہمارے ملک میں بچوں کو جو تعلیم دی جا رہی ہے وہ متعصبانہ ہے بچپن ہی سے ہمارے بچوں کو فرقہ وارانہ تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے صفدر حسن صدیقی صاحب نے کہا قرآن کی رو سے نوع انسانی کے صرف دو گروہ ہیں ایک اہل ایمان اور ایک اہل کفر اہل ایمان صرف ایک جماعت ہو سکتی ہے متعدد گروہ نہیں۔ انہوں نے کہا اسلام رواداری سکھاتا ہے اس میں جبر و اکراہ کی کوئی گنجائش نہیں عبداللہ ثانی نے کہا کہ فلسفیانہ تقریروں سے فرقہ واریت ختم نہیں ہو سکتی۔

DAILY KHABRAIN
خبریں
روزنامہ

ادارہ طلوع اسلام کا سالانہ کونشن

لاہور (پ ر) ادارہ طلوع اسلام کے کوآپریٹو سوسائٹی جوہر ٹاؤن لاہور میں ہونیوالے سالانہ سہ روزہ کونشن میں قرآن اور فرقہ واریت کے موضوع پر گزشتہ روز سیمینار ہوا۔ جس میں ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ پروفیسر فتح محمد ملک چیئرمین شعبہ مطالعہ پاکستان علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بریگیڈیئر نذیر احمد پروفیسر محمد اقبال چاولہ مولوی عزیز اللہ صفدر حسین صدیقی عبدالرحمان ارائیں عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ اور چیئرمین ادارہ طلوع اسلام ایاز حسین انصاری نے خطاب کیا۔